يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (القرآن)

دعوتی، اصلاحی

فکری اور تعلیمی مجلہ

دوماہی تبلیغ القرآن پشاور

جلد 3

نومبر / دسمبر 2016ء ، محرم / صفر / ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

شمارہ 6

نگران

مولانا مفتی محمد ایاز دُرانی

مدیر

مولانا سید کفایت بخاری

مدیر منتظم

مولانا حشمت علی صافی

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

تفسیر القرآن
ضیاء البیان فی تفسیر القرآن ..... علامہ عطاء اللہ بندیالوی 3

تعلیم الحدیث
حسد اور کینہ ..... ادارہ 6

نوائے حق
نئے اسلامی سال کا پیغام ..... نگران اعلیٰ 7

اصلاح عقائد و احوال
دین اسلام کیا ہے۔۔۔؟ ..... مولانا عبد الباری راشد 10

تزکیہ و تربیت
اللہ تعالیٰ سے تعلق کا آسان طریقہ ..... مفتی محمد تقی عثمانی 17

نجم ہدایت
بہادر بہن بھائی ..... عبد اللہ فارانی 26

سیرت و تاریخ
حُبِ رسول ﷺ کی حقیقت ..... مولانا مفتی محمد ایاز 32

دعوت و تحریک
تحریکی کارکنوں کے لیے بارہ (12) رہنما اصول ..... عبد المنعم فائز 38

گوشۂ خواتین
نونہالوں کی تربیت ..... بنت احمد علی 42

دار الافتاء
دینی مسائل ..... مولانا مفتی محمد ایاز و مولانا مفتی محمد حسین 45

معیشت و تجارت
جوئے کی ممانعت اور اس کی جدید شکلیں ..... مفتی ارشاد احمد 47

حالات حاضرہ
سامرج کے ہتھکنڈے ..... محمد ندیم 51

گردِ راہ
دولت ..... ادارہ 56

اخبار و احوال
جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں ..... ذیشان عابد 57

مجلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف
انجینئر میاں محمد الیاس
پروفیسر سید طاہر شاہ

مجلس مشاورت

مفتی ضیاء الحق
جناب یوسف ظفر
مولانا سمیع اللہ
مفتی محمد حسین
ابو ثاقب شکیل احمد

خط و کتابت کا پتہ

مجلّہ "تبلیغ القرآن"
جامعہ تبلیغ القرآن
یوسف آباد ولہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔

ای میل
mujalla.jamiatq@gmail.com
ویب سائٹ
www.alishaat.com

پبلشر:۔ حشمت علی سانی
پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز
ترسیل انچارج
قاری احتشام الحق
0333-9393151

قیمت فی شمارہ 30 روپے زر سالانہ ------ 160 روپے
سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر
بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8
بینک کوڈ: 0864
الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔
برائے رابطہ:
فون: 300 45 22-91-92+، موبائل: 151 93 93-333(0)92+

تعلیم القرآن

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

﴿سورۃ البقرہ (۱۲۷۔۱۳۴)﴾

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ
وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ
اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ:

- (وہ وقت یاد کرو) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور (دعا کرتے ہوئے کہتے جا رہے تھے) اے ہمارے پالنہار! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، بے شک تو اور صرف تو ہی ہر ایک کی سننے والا اور ہر ایک کو جاننے والا ہے۔
- اے ہمارے پروردگار تو ہم دونوں کو ہمیشہ اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار رکھ اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا تو ہی ہے۔
- اے ہمارے رب! ان میں ایک ایسا رسول بھیج جو انہی میں سے ہو، جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک و صاف کرے، بے شک زبردست اور حکمت والا صرف

تو ہی ہے۔

- بے وقوف کے سوا کون ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین سے انحراف کرے، ہم نے تو ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکوکاروں میں سے ہو گا۔
- جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جا، انہوں نے جواب میں کہا میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔
- اسی کی وصیت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے اس دین کو تمہارے لیے پسند فرمایا ہے لہذا مرتے دم تک تم فرمانبردار ہی رہنا۔
- کیا تم یعقوب کی موت کے وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ ان سب نے جواب میں کہا ہم عبادت کریں گے، آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء واجداد، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے مطیع رہیں گے۔
- وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے، ان کے اعمال کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گے۔

تفسیر و تشریح:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دو دعاؤں کا تذکرہ پچھلی آیت میں ہوا یہاں ان کی کچھ مزید دعاؤں کا ان آیتوں میں تذکرہ ہو رہا ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کی قبولیت کی دعا، اپنے فرمانبردار رہنے کی دعا، اولاد میں ایک جماعت جو ہر معاملے میں اللہ کی مطیع و فرمانبردار رہنے کی دعا، مناسک حج کے سکھانے کی دعا، توبہ رحمت الٰہی کی دعا، اور آخری دعا کہ ان میں ایک عظیم و عالی شان رسول مبعوث فرما جو تیرے احکام ان کو سنائے جو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور جو ان کے قلوب و دماغ کا تزکیہ کر دے۔ اللہ رب العزت نے ان کی تمام دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا، خود رحمت عالم ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو نبی اکرم ﷺ کی صداقت پر بطور دلیل پیش فرمایا کہ محمد ﷺ ہی عالی مرتبت رسول ہیں جن کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں مانگی تھیں، اگر تم واقعی ابراہیمی ہو

تو اس رسول پر ایمان لا کر ان کی دعوتِ توحید کو تسلیم کر لو۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ان اوصاف کا تذکرہ ہو رہا ہے جو اللہ نے انہیں دنیا و آخرت میں عطا فرمائے اور یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ دعوتِ ابراہیم علیہ السلام کا انکار نری حماقت ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ

بتایا جا رہا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں بزرگی اور عظمت توحید پر پختگی کی وجہ سے ملی ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب ملت ابراہیمی کی اتباع کی بجائے شرک کے مرتکب ہوئے۔ اللہ نے جب ابراہیم علیہ السلام کو اسلام و توحید کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً اسلمت کے ساتھ جواب دیا اور اس کے بعد ساری زندگی تسلیم و رضا میں گذار دی پھر اپنی اولاد کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ ہمیشہ دین توحید پر قائم رہنا۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو دین توحید پر کاربند رہنے کی وصیت فرمائی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں کو بلا کر پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، اولاد نے یقین دلایا کہ صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔ اس بات میں یہ سبق ہے کہ مسلمان باپ کو اپنے بعد اولاد کے لیے مال و دولت کی فکر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اصل دولت یعنی ایمان و تقوی کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے۔ یہی بہترین سرمایہ اور والدین کے لیے باعث سکون و راحت ہے۔ یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی، اس آیت میں ان کو جواب دیا گیا۔ [روح المعانی]

یہود و نصاریٰ کے اس باطل گمان کی تردید کی جا رہی ہے کہ نیک لوگوں سے نسبت ان کی نجات کا باعث بن جائے گی۔ فرمایا انہوں نے جو اعمال کئے وہ ان کے کام آئیں گے ان میں سے تمہیں کچھ حصہ نہیں ملے گا، تمہیں وہی کچھ ملے گا جو تم کماؤ گے۔

قناعت

جو قناعت اختیار کرتا ہے، وہ عزت پاتا اور مستغنی ہو جاتا ہے اور جو طمع کرتا ہے وہ ذلت اور تکلیف اٹھاتا ہے۔

تعلیم الحدیث

حسد اور کینہ

ادارہ

عَنِ الزُّبَیْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم دَبَّ اِلَیْکُمْ دَآءَ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلُقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلُقُ الدِّیْنَ [احمد، مشکوٰۃ]

ترجمہ:

سیدنا زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں پچھلی قوموں کی بیماری حسد اور کینہ سرایت کر رہا ہے، حسد کی بیماری ہی مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ بالوں کو مونڈ لیتی ہے بلکہ دین کو مونڈ لیتی ہے۔

تشریح:

حسد و بغض وہ بدترین بیماریاں ہیں جو آدمی کے دین و ایمان کو اس طرح فنا کر دیتی ہیں جس طرح استرہ سر کے بالوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے، حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ یہ بیماری باہمی محبت، حسن تعلق اور اتحاد و اتفاق کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اسی لیے قرآن میں مومن کو حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور حسد کرنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جب کہ وہ حسد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حسد اور بغض کے بیماری سے بچائیں۔

مجدد کون؟

دین کا تجدید وہی شخص کر سکتا ہے جس پر قرآن و سنت اور ماخذ شریعت کا رنگ اس طرح چڑھا ہوا ہو کہ کوئی دوسرا اس پر نہ چڑھ سکے۔ ایسا شخص زمانے کو جانتا ضرور ہے لیکن قبول وہی کرتا ہے جو اس پختہ رنگ کے مطابق ہو۔ وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھلی رکھتا ہے لیکن گرد و پیش میں ہونے والے پروپیگنڈے کے شور و شغب سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اور اگر بالفرض ساری دنیا کسی ایک سمت میں چلی جائے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے اسی بات پر ڈٹا رہتا ہے جو ماخذ شریعت کی رو سے سچی اور کھری بات ہو اور اس کے اظہار میں کوئی مرعوبیت یا شرم یا مخلوق کا خوف اس کے آڑے نہیں آتا۔ [اسلام اور سیاست از حضرت تھانویؒ]

ندائے حق

نئے اسلامی سال کا پیغام

نگران اعلیٰ

قمری اسلامی کیلنڈر کو ہجری کیلنڈر بھی کہتے ہیں۔ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے واقعہ ہجرت کی طرف اس کی نسبت ہے۔ عربی زبان میں ہجر کے معنی چھوڑنے کے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ ہے۔ ہجرت ایک اسلامی اصطلاح ہے، ایمان کی حفاظت یا دین کی اشاعت کی غرض سے ترک وطن کو ہجرت کہتے ہیں۔

اس عظیم الشان اسلامی تاریخی اور انقلابی واقعہ کی مناسبت سے اسلامی کیلنڈر کو موسوم کیا گیا تاکہ یہ کیلنڈر ہمیں ہماری تشخص یاد دلاتا رہے اور ہجرت کے عبرت آمیز اور مواعظت انگیز واقعہ کی طرف ہمیں متوجہ کرے۔ نبی کریم ﷺ اور خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کا اپنا کوئی مخصوص اور الگ کیلنڈر نہیں تھا اور نہ اس وقت اس کا کوئی داعیہ پیدا ہوا تھا۔ اگرچہ اسلامی عبادات اور احکامات قمری حساب سے ادا کئے جاتے تھے لیکن مسلمانوں کا اپنا ایک علیحدہ کیلنڈر کا داعیہ یہ بنا کہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن کے گورنر سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ ہمیں تمام سرکاری امور کو تاریخ کے ساتھ اندراج کرنا چاہیے۔ ایک روایت کے مطابق خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمے میں بحیثیت خلیفہ ایک فائل سامنے لایا گیا جس پر نہ تاریخ درج تھی نہ سال، نہ مہینہ تو آپ کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کا اپنا ایک علیحدہ کیلنڈر ہونا چاہیے۔

اس غرض کی خاطر مسجد نبوی ﷺ میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ایک مجلس شوریٰ بلائی گئی جس میں سب نے اپنی اپنی رائے دی۔ کسی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت، کسی نے یوم وفات سے شروع کرنے کی رائے دی۔ کسی نے کہا کہ بعثت سے شروع کیا جائے۔ اس کے علاوہ اور بھی تجاویز سامنے آئیں۔

آخر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہم اپنے کیلنڈر کی ابتداء ہجرت سے شروع کرتے ہیں اور اس کی رائے پر سب نے اتفاق کر لیا لیکن اب مسئلہ کیلنڈر کے آغاز کا تھا کہ سنہ کس مہینے سے شروع کیا

جائے۔اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ حج سے واپسی کے بعد اپنے سنہ کا آغاز کرنا چاہیے۔ کیونکہ حج سے فراغت کے بعد مسلمان اپنی نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ تاریخ اور سنہ کا آغاز ہجرت سے اور سال کی ابتداء محرم سے کریں اور فرمایا کہ ''اَلْهِجْرَةُ فَرَّقَتْ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ'' ہجرت کی وجہ سے حق اور باطل کے بیچ فرق اور امتیاز قائم ہوا۔

جمعہ اور عیدین علی الاعلان ادا کئے گئے،اسلام کی عزت اور غلبہ کی ابتداء ہوئی،ہجرت ہی سے اسلامی ریاست کا قیام معرض وجود میں آیا،ہجرت مدینہ سے اخوت کا عظیم جذبہ پیدا ہوا،ہجرت ہی سے اشاعت اسلام کی متعدد راہیں کھل گئیں،ہجرت ہی سے ثابت ہوا کہ اسلام انفرادی نظام کے بجائے اجتماعی نظام قائم کرنا چاہتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اجتماعی نظام کا نفاذ اس کی ترجیح ہے۔

الغرض زندگی کی حقیقت کیا ہے؟سال مہینوں میں، مہینے ہفتوں میں، ہفتے دنوں میں اور دن گھنٹوں کیسے ڈھلتے ہیں، یہ انسان پر واشگاف ہوتا چلا جاتا ہے جوں جوں عمر عزیز اپنے اختتام کی جانب گامزن ہوتی ہے۔

یہی حال ہماری زندگی کا ہے۔ جب جب ہماری تاریخ پیدائش آتی ہے اور سال گزرتا ہے تب تب زندگی کے درخت کا ایک ایک پتہ کٹتا چلا جاتا ہے۔

سیدنا عثمانؓ کے قول کے مطابق کہ مسلمان حج سے فراغت کے بعد نئے سال محرم سے اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔ اب ہمارے لیے سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سال گزرنے سے ''ہم نے کیا کھویا، کیا پایا'' کے اصول پر سال گزشتہ کا جائزہ لیں۔ ہم پرکھیں کہ کیا ایمانی وروحانی طور پر ہماری ترقی ہوئی یا ہم پستی کی طرف لڑھکتے رہے؟ اللہ سے لَو اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور طریقوں سے محبت اور ان پر عمل بڑھا، یا اس پہلو سے بھی ہم خسارے کے پلڑے میں ہی رہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں ہمارا رویہ کیسا رہا؟ کیا اسے مثالی کہا جا سکتا ہے؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو ہمیں اپنے معاملات کو درست کرنا چاہیے۔ حقوق اللہ کا معاملہ تو اس لحاظ سے ایک گونا آسان ہے کہ چپکے چپکے، دن یا رات کے کسی بھی پہر اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کر کے اس سے معافی مانگ لی تو حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے، مگر حقوق العباد تب تک معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی ادائیگی نہ کر دی جائے یا صاحب حق سے معاف نہ کروالیا جائے۔ جتنا مرضی گڑگڑا لیا جائے، اپنے آپ کو مٹا لیا جائے، سجدوں پہ سجدے ہوں مگر خود اسلام کی یہ تعلیمات ہیں کہ حقوق العباد صاحب حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔

نئے سال کے موقع پر ہم اپنے از سر نو معاملات کا جائزہ لیں، روٹھوں کو منائیں، جن کا حق دابا ہے ان کا حق ادا کریں۔ جس کسی پر جانے انجانے میں زیادتی ہوئی تو اس سے معافی مانگیں۔ توبہ و استغفار سے اپنے معاملات صاف کریں۔ نبی کریم ﷺ معصوم ہونے کے باوجود بھی دن مین 70 سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ امت کو پیغام پہنچے کہ معصوم ہونے کے باوجود جب وقت کا پیغمبر اتنی بار استغفار کر رہا ہے تو عام امتی کو کس قدر توبہ و استغفار کی ضرورت ہو گی۔!!!

لہذا نئے سال کے موقع پر اللہ کے حضور گزشتہ کی تلافی کے لئے گڑگڑائیں اور آئندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کا پختہ عزم کریں۔

ہجری سال کے اختتام و آغاز کا پیغام یہی ہے کہ انسان گزشتہ کا محاسبہ کرے اور اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کرے۔ یہ محاسبہ عامی پر بھی لازم ہے اور مقتداء و پیشوا پر بھی!۔۔۔ فرد خواہ وہ استاذ ہے یا شاگرد، شیخ ہے یا مرید۔۔۔۔ دین کا داعی و مبلغ ہے یا کسی دینی جماعت کا زعیم و راہبر۔۔۔۔! ہر شخص کی اپنے اپنے مقام پر مسئولیت ہے؟ خصوصا وہ لوگ جن کے ساتھ امت کا اجتماعی مفاد وابستہ ہے ان کی مسئولیت کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جو افراد منصب قیادت پر فائز ہیں ان کے لئے محاسبے کا مقام ہے کہ انہوں نے امت کے ایک بڑے طبقے کی قیادت و راہنمائی کا منصب اپنے ذمے لیا۔۔۔ پھر وہ کس حد تک اس منصب سے عہدہ بر آ ہو سکے؟!۔۔۔ اور وہ لوگ بھی جن کے ہاتھوں میں وقف اَموال ہیں، جو صدقات و عطیات پر نگران و امین بنائے گئے ہیں؛ کیا انہوں نے ان اموال کو ٹھیک ٹھیک ان کے مواضع میں خرچ کیا؟۔۔۔ اور عامی لوگ۔۔۔ ان میں خواہ کوئی آجر ہے یا اجیر، تاجر ہے یا صنعت کار و کاشت کار۔۔۔۔ ان کے لئے بھی محاسبے کا وقت ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر دین و شریعت کو کس قدر ملحوظ رکھا؟ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر ہمارا حامی و ناصر ہوں۔

ابو معاویہ

استغفار، شکر اور توبہ

- جس کو استغفار کی توفیق ملی وہ مغفرت سے محروم نہ ہو گا۔
- جس کو شکر کی توفیق ملی وہ نعمتوں سے مالا مال رہے گا۔
- جس کو توبہ کی توفیق ملی وہ اس کی قبولیت سے محروم نہ ہو گا۔

اصلاح عقائد و اعمال

دین اسلام کیا ہے۔۔۔؟

قسط دوم

مولانا عبد الباری راشد
مدرس جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

دین اسلام کا ایک حصہ وہ ہے جس کا تعلق عقائد وایمانیات سے ہے جس کا مختصر اجمالی خاکہ پچھلے شمارے میں بیان ہوا ہے جبکہ دوسرا حصہ وہ ہے جس کا تعلق اعمال سے ہے یعنی دین اسلام کا عملی شعبہ جس کے لیے شریعت کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس حصے کے پھر کئی شعبے ہیں جیسے عبادات، اخلاق، معاملات ومعاشرت، دین کی خدمت، جہاد، دینی جدوجہد اور سیاست و حکومت۔

عبادات:

عقائد کے بعد عبادات کا مقام ومرتبہ بہت بڑا ہے دین اسلام میں عبادت کی بہت تاکید آئی ہے جو کہ بندگی کی تکمیل وترقی اور اللہ تعالی کے ساتھ تعلق بڑھانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ عبادات سے مراد کسی ہستی کو غیبی طور پر نفع وضرر کا مختار اور حاجت روا سمجھ کر اسی عقیدے کی بنیاد پر اسے راضی اور خوش کرنے کے لیے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو تعبدی اور تعظیمی کام کئے جاتے ہیں جیسے رکوع، سجدہ طواف، نذر، قربانی اور اس کے نام کی وظیفہ خوانی وغیرہ وغیرہ، ایسے اعمال کو دین اسلام کی اصطلاح میں عبادت کہتے ہیں۔ یہ عبادت صرف اللہ تعالی کا حق ہے، اللہ تعالی کے سوا کسی اور کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا شرک ہے، یعنی خاص وہ اعمال جو بندہ اللہ تعالی کی عظمت وکبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی اور سرافگندگی ظاہر کرنے کے لیے کرتا ہے جس سے صرف عبد ومعبود کا تعلق ظاہر ہوتا ہے عبادت کہلاتا ہے۔

نماز:

پھر ان عبادات میں سب سے اہم وافضل عبادت اور بڑا فرض نماز ہے۔ نماز دین اسلام کا ستون اور کافر ومومن کے درمیان حد امتیاز ہے۔ کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے، جو دن میں پانچ دفعہ مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ فرض نمازوں کے علاوہ ان سے آگے پیچھے کچھ سنتوں، دیگر نوافل تہجد، اشراق چاشت

اور اوابین وغیرہ کی بھی بہت ترغیب ذکر ہوئی ہے جو کہ فرائض کے بعد قرب خداوندی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ:

عبادات میں پھر زکوۃ کا درجہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس ایک مقرر مقدار میں مال ودولت ہو وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی دولت کا چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں پر یا نیکی کی ان دوسری مدوں میں خرچ کر دیا کرے جو زکوۃ کے خرچ کے لیے اللہ ورسول ﷺ نے مقرر کی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مسلمانوں سے دین کا مالی مطالبہ صرف زکوۃ ہی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں اور انفاق کے اور بھی راستے ہیں جس کی ادائیگی مسلمانوں کے لیے قرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔

روزہ:

نماز اور زکوۃ کی طرح روزہ بھی اسلام کے بنیادی عبادات اور تعلیمات میں سے اہم رکن ہے۔ اسلام میں ماہ رمضان کے پورے روزے ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ جو شخص بلا کسی عذر اور مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو سخت گناہگار ہے۔ نفل نماز وصدقات کی طرح نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

حج:

دین کا اسلام کے شعبہ عبادات کا چوتھا اہم عبادت حج ہے۔ حج ہر بالغ اور صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض کیا گیا ہے جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا وہ اپنے مسلمان ہونے کو جھٹلاتا ہے۔

عبادات کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ان عبادات میں سنت کی پابندی اور طریقۂ نبوی پر ان کی ادائیگی شرط ہے، ورنہ جو عمل اور عبادت طریقہ نبوی کے خلاف ہو وہ اللہ تعالی کو منظور نہیں بلکہ بدعت وگمراہی ہے، جس کی دین اسلام میں شدید مذمت کی گئی ہے۔

ارکان اسلام کی اہمیت :

کلمہ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کا دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کے

بعد ان چار عبادات کو ادا کرنے کو اسلام کہا جاتا ہے۔ ان پانچ چیزوں کو ارکان اسلام کہتے ہیں۔ اس کو ارکان اسلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں۔ یہ ایک مسلمان کے مسلمان ہونے کا عملی ثبوت ہے اور ان پر اچھی طرح عمل کرنے سے اسلام کے باقی احکام پر عمل کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، ان سے سیرت و کردار کی تعمیر ہو جاتی ہے اللہ تعالی سے تعلق استوار ہو کر اس کی اطاعت اور بندگی اور اس کی محبت ہر چیز پر غالب آجاتی ہے۔ اس لیے ان ارکان کے سلسلے میں بنیادی کام یہ ہے کہ ان ارکان میں روح اور حقیقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور اپنی نماز، روزے اور حج وزکوۃ کو ظاہر و باطن کے اعتبار سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے نماز، روزے اور حج وزکوۃ کے منہج پر لانے کے لیے پوری کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

معاملات و معاشرت :

عقائد و عبادات کی طرح دین اسلام میں ایک اہم شعبہ معاملات و معاشرت بھی ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کا تعلق دراصل بندوں کی زندگی کی ضرورتوں اور خواہشات سے ہے لیکن اللہ تعالی کا یہ بڑا فضل ہے کہ ہماری ضرورتوں اور خواہشات کے بارے میں بھی ہدایات دے کر اپنے بندوں کے لیے یہ بھی ثواب اور رضا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔

معاملات سے مراد مالی لین دین کے معاملات ہیں۔ اسلام کی رو سے کامل مسلمان وہ ہے جو اپنے معاملات اور کاروبار میں سچا اور ایماندار ہو، عہد کا پکا اور وعدے کا سچا ہو۔ معاملات میں دھوکہ، فریب اور خیانت نہ کرتا ہو، کسی کا حق نہ مارتا ہو، ناپ تول میں کمی نہ کرتا ہو، جھوٹے مقدمے نہ لڑاتا ہو اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہو، سود، رشوت وغیرہ حرام کمائی سے اجتناب کرتا ہو، معاملہ اور لین دین میں نرمی کا رویہ اختیار کرتا ہو۔

معاشرت سے مراد وہ احکام و آداب ہیں جو زندگی میں مختلف طبقوں کے لوگوں سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے ان کے ساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں بھی اسلام نے ہدایات دی ہیں مثلاً والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، زوجین کے حقوق، قرابت داروں کے حقوق، چھوٹوں بڑوں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، کمزوروں، ضعیفوں اور حاجتمندوں اور ماتحتوں وغیرہ کے حقوق اسی طرح موقع محل کی مناسبت سے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، پہنے، آنے جانے وغیرہ کے آداب۔ دین اسلام میں معاشرت کی بنیاد اس بات پر

ہے کہ انسان دوسروں کی دل آزاری سے بچے، اُن کو تکلیف نہ دی جائے اور ان کا شرعی حق اداء کرنے کی، ان کو خوش رکھنے کی اور ان کو آرام پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے۔ معاملات و معاشرت کی درستگی کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے بغیر زندگی اسلامی بن سکتی ہے۔

اخلاق:

عبادت، معاملات اور معاشرت کی طرح اخلاق بھی دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کے اپنانے کا بندوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اخلاق کی درستگی ان خاص مقاصد میں سے ہیں جن کے پورا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جس طرح عبادات کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرایا گیا ہے، اسی طرح برے اخلاق پر بھی وعید سنائی گئی ہے۔ اخلاق کی اصلاح صرف تکمیلی چیز نہیں ہے کہ صرف بزرگ اور کامل بننے کے لیے اس کی ضرورت ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے اور جہنم سے بچنے کے لیے جس طرح نماز روزہ ضروری ہے اسی طرح برے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا ہونا بھی ضروری ہے۔

دین کی خدمت و نصرت:

ایمان لانے والوں سے اللہ اور رسول ﷺ کا خاص مطالبہ اور بڑا تاکیدی حکم یہ بھی ہے کہ جس سچے دین کو اور اللہ کی بندگی جیسے اچھے طریقے کو انہوں نے سچا اور اچھا سمجھ کر اختیار کیا ہے وہ اس کو زندہ اور سرسبز رکھنے کے لیے اور اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے لیے وہ جو جدوجہد کر سکتے ہوں ضرور کریں۔ اسی کو دین کی خدمت نصرت اور جہاد کہتے ہیں۔ اس کے پھر مختلف شعبے اور صورتیں ہیں جیسے دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تعلیم و تربیت، اصلاح و ارشاد اور ضرورت پڑھنے پر قتال فی سبیل اللہ اور ظالم کے سامنے حق کی بات کہنا، اسلامی ریاست کا قیام، شریعت اسلامی کا نفاذ اور اقامت دین کے لیے دوڑ دھوپ اور ہر وہ کوشش جو اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے کی جائے، جہاد اور دین کی خدمت نصرت میں داخل ہے۔

سیاست و حکومت:

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دین اسلام نے جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں انسان، خصوصاً مسلمان کی رہنمائی کی ہے اسی طرح سیاست و حکومت کے شعبے میں بھی اسلام نے انسانوں کی پوری

رہنمائی کی ہے۔ مسلمان کو زندگی کے اس میدان بھی صحیح اور خدا پرستانہ طریق کار اختیار کرنے کا پابند بنایا ہے۔ مسلمان جس طرح عقائد وعبادات میں، اخلاق ومعاشرت اور معاملات میں، دین کی خدمت ونصرت اور اس کے تمام شعبوں میں اللہ ورسول ﷺ کے احکام اور انکے ہدایات پر چلنے کا مکلف ہے، ٹھیک اسی طرح وہ سیاست وحکومت کے بارے میں بھی ان اصول واحکام کا پابند ہے جو اسلام نے اس شعبے سے متعلق دیے ہیں۔ سیاست وحکومت ایک حیثیت سے انسانی زندگی کا اہم ترین شعبہ ہے۔ دنیا کی صلاح وفساد پر سب سے زیادہ اثر اسی کے صلاح وفساد کا پڑتا ہے، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالی اپنی ہدایت اور رہنمائی سے اس اہم شعبے کو بالکل خارج کردے اور انسان بالکل آزاد ہوں کہ سیاست وحکومت کی گاڑی وہ جس طرح چاہے چلائیں، نہیں۔

اسلام اور سیاست کا ایک دوسرے کے ساتھ اتنا قریبی تعلق ہے اور ان کی آپس میں اتنی گہری وابستگی ہے کہ اگر سیاست وریاست اور حکومت اسلام کے بغیر ہو تو وہ ظلم وبے انصافی کا ذریعہ بن کر چنگیزیت بن جاتی ہے۔ اسلام میں حکومت اور حکمران کے لیے خلافت اور خلیفہ کا لفظ استعمال کرکے نظریہ خلافت کو حکومت کی بنیاد بنادیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے سربراہ حکومت کی حیثیت یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے سچے جانشینوں کا جانشین اور ان کے مشن کا امین ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ امور مملکت نیز دیگر تمام متعلقہ امور کو آپ ﷺ ہی کے طریقے کے مطابق انجام دے، وہ جتنا آپ ﷺ کے راستے سے ہٹے گا منصب خلافت کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں اسی قدر قصوروار ہوگا۔

اللہ، رسول ﷺ اور دین سے محبت:

دین اسلام کی ایک خاص تعلیم اور مطالبہ یہ بھی ہے کہ مسلمان ہر چیز سے زیادہ یہاں تک کہ اپنے والدین اور بیوی بچوں اور جان ومال اور عزت وآبرو سے بھی زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے مقدس دین سے محبت کریں۔ یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ ورسول ﷺ کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے اپنی جان ومال اور آبرو کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی اللہ ورسول ﷺ کو اور دین کو نہ چھوڑیں اور جان مال اور عزت وآبرو پر جو کچھ گزرے ت گزر جانے دیں۔ اسی طرح اپنے اعمال پر اعتماد کرکے غرور میں نہ آئیں بلکہ ہر وقت اللہ تعالی کے سامنے اپنی عاجزی اور کمزوری

پیش کر کے ایمان کی حفاظت اور دین پر استقامت کی دعائیں اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتے رہیں۔

ذکر واذکار:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکام الٰہی کے ماتحت گذاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور یہ کامل طور پر جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ تعالی کا استحضار رکھے اور دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جائے۔ اس لیے اسلام کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ تعالی کا ذکر کیا کریں۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول خاص وعام اذکار، درود وسلام اور تلاوت قرآن کا کثرت سے اہتمام کریں۔ اس کے دلوں میں اللہ تعالی کی محبت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی اطاعت اور بندگی پیدا ہوتی ہے۔ ذکر ایک ایسی عبات ہے جس کے لیے دیگر عبادات کی طرح کسی خاص وقت وغیرہ کی شرط بھی نہیں بلکہ انسان ہر وقت بحالت وضو اور بغیر وضو کے، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں ذکر کر سکتا ہے۔

دعا:

چونکہ دنیا کا سارا کارخانہ اللہ تعالی کے حکم سے چل رہا ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور قدرت میں ہے اور بندہ ہر وقت اللہ تعالی کے سامنے محتاج ہے، اس لیے اسلام میں تاکید کی گئی ہے کہ اپنی ہر حاجت اور ضرورت کے وقت اللہ تعالی سے دعا مانگی جائے۔ دعا ایسے اچھے الفاظ میں کرنی چاہیے جن سے اپنی عاجزی وبے چارگی اور اللہ تعالی کی عظمت اور کبریائی ظاہر ہو۔ یہ مقصد قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں وارد جامع دعاؤں سے بطریق احسن حاصل ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

الغرض مسلمانوں کے لیے نظام زندگی اور لائحہ عمل یہی ہے کہ سب پہلے ایمان وعقیدے کی اصلاح وفکر کریں پھر عبادات کی بجا آوری، معاملات ومعاشرہ کی درستگی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، اخلاق حسنہ یعنی سچائی اور راست بازی، عہد کی پابندی، امانتداری، عدل وانصاف، رحمدلی اور معافی، نرم مزاجی، خوش کلامی اور شریں زبانی، عاجزی وانکساری، صبر وشجاعت، ضبط نفس، پاس داری، کفایت شعاری، تعاون

وامداد باہمی، فیاضی وفراخدلی، احساس ذمہ داری، فرض شناسی وملنساری، خیر اندیشی عفت وپاکدامنی اور اخلاص وتصحیح نیت وغیرہ اپنانے اور اخلاق سیئہ جیسے جھوٹ، ظلم، بدعہدی، خیانت، خودغرضی وسنگدلی، بخل وتنگ نظری، بزدلی وکم حوصلگی، دل آزاری، ریاکاری کم ظرفی وبدتمیزی، تکبر وہٹ درمی، حسد، غیبت وبھتان طرازی اور چغلی وغیرہ سے بچنا، ذکر ودعا اور تلاوت کا معمول بنانا، خود بھی دین پر چلنا اور دوسروں کو بھی دین پر چلانے کی کوشش کرنا اور ان تمام باتوں کا اہتمام اور پابندی محض رضاء الٰہی اور دین کی سربلندی کی نیت سے کرنا۔ اس سے پرامن اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا اور دنیا ایک بار پھر ہم اسلامی تعلیمات کے فوائد وبرکات کا مشاہدہ کرسکیں گے۔ بالفاظ دیگر اصل مسلمان بننے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے ،ایک یہ کہ مسلمان دین اسلام کو جانیں اور کم سے کم اس کی ضروری اور بنیادی باتوں کا علم حاصل کریں۔ دوسرا یہ کہ مسلمان ان کو مانیں اور ان پر انفرادی اور اجتماعی طور پر چلنے کا فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ علم اور عمل دونوں کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

کامیابی اور ناکامی کی مشین

آپ کے اندر دو قسم کی مشینیں نصب ہیں: کامیابی کی مشین اور ناکامی کی مشین۔ ناکامی کی مشین مایوسی کی وجہ سے آپ کے اندر ایک مزاحمت کی قوت پیدا کردیتی ہے، اس طرح آپ کی کارکردگی محدود رہ جاتی ہے۔ آپ کی ناکامی کی مشین چوبیس گھنٹے خودبخود چلتی رہتی ہے۔ اس لیے بہت سے لوگ اس وجہ سے تن آسان ہوکر رہ جاتے ہیں۔

کامیابی کی مشین آپ کے ذہن کے اندر لگی ہوئی ہے۔ کامیابی کی مشین آپ کی ناکامی کی مشین پر غالب آکر اس کی کارکردگی کو کم کردیتی ہے۔ اس طرح کامیابی کی مشین آپ کو مقررہ ہدف تک پہنچا کر کامیاب کردیتی ہے۔ جس قدر آپ کے ہدف بڑے ہوں گے، آپ کی خواہش بڑی ہوگی، اس قدر آپ کو نظم وضبط کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور اپنی قوتِ ارادی کو صرف کرنا ہوگا، تب آپ اپنی مرضی کی منتخب منزل پر پہنچ سکیں گے۔

ہر شخص میں ایک جیسی صلاحیت ہی ہوتی ہے، لیکن کچھ لوگ ذاتی محنت سے اپنی صلاحیتوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔

تزکیہ وتربیت

اللہ تعالیٰ سے تعلق کا آسان طریقہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ جب آپ کوئی نیا کپڑا پہنتے، تو اس کپڑے کا نام لیتے، چاہے وہ عمامہ یا قمیص ہو یا چادر ہو، اور اس کا نام لے کر یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ، اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ۔ [سنن ترمذی کتاب اللباس]

"اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے یہ لباس عطا فرمایا، میں آپ سے اس لباس کے خیر کا سوال کرتا ہوں، اور جن کاموں کے لئے یہ بنایا گیا ہے، ان میں سے بہتر کاموں کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے اس لباس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، اور جن بُرے کاموں کے لیے یہ بنایا گیا ہے، اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں"

ہر وقت کی دعا الگ ہے:

لباس پہنتے وقت آپ ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اگر کسی کو یہ الفاظ یاد نہ ہوں تو پھر اردو ہی میں لباس پہنتے وقت یہ الفاظ کہہ لیا کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا اس اُمت پر یہ عظیم احسان ہے کہ آپ ﷺ نے قدم قدم پر اللہ جل شانہ سے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جو محتاج تو بے انتہاء ہیں، لیکن ہمیں مانگنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔ ہمیں نہ تو یہ معلوم ہے کہ کیا مانگا جائے، اور نہ یہ معلوم ہے کہ کس طرح مانگا جائے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے ہمیں طریقہ بھی سکھا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگو۔ صبح سے لے کر شام تک بے شمار اعمال انسان انجام دیتا ہے۔ تقریباً ہر عمل کے لیے علیحدہ دعا حضورِ اقدس ﷺ نے تلقین فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ صبح کو جب بیدار ہو تو یہ دعا پڑھو، جب استنجاء کے لئے جانے لگو تو یہ دعا پڑھو، استنجاء سے فارغ ہو کر باہر آؤ تو یہ دعا پڑھو، جب وضو شروع کرو تو یہ دعا پڑھو، وضو کے دوران یہ دعائیں پڑھتے رہو، وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھو، جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہونے لگو تو یہ دعا پڑھو، اور پھر مسجد میں عبادت کرتے رہو، پھر جب مسجد سے باہر نکلو تو یہ دعا پڑھو، جب اپنے گھر میں داخل

ہونے لگو تو یہ دعا پڑھو، جب بازار میں پہنچو تو یہ دعا پڑھو، گویا کہ ہر ہر نقل و حرکت پر حضورِ اقدس ﷺ نے دعائیں تلقین فرمادیں کہ یہ دعائیں اس طرح پڑھا کرو۔

تعلق مع اللہ کا طریقہ:

یہ ہر ہر نقل و حرکت پر علیحدہ علیحدہ دعا کیوں تلقین فرمائی؟ یہ در حقیقت حضورِ اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے نسخہ اکسیر بتادیا۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا آسان ترین اور مختصر ترین راستہ یہ ہے کہ ہر وقت انسان اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے اور دعا کرتا رہے قرآن کریم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا [احزاب:۴۱]

"اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو، کثرت سے اس کا ذکر کرو۔

حضورِ اقدس ﷺ سے کسی نے پوچھا: یارسول اللہ، سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل عمل یہ ہے:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [سنن ترمذی، کتاب الدعوات]

یعنی تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے، ہر وقت زبان پر ذکر جاری رہے۔

خلاصہ یہ کہ کثرت سے ذکر کرنے کا حکم قرآن کریم نے بھی دیا، اور حضورِ اقدس ﷺ نے حدیث میں اس کی فضیلت بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ذکر سے بے نیاز ہے:

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کثرتِ ذکر کا کیوں حکم دیا؟ العیاذ باللہ، کیا اللہ تعالیٰ کو ہمارے ذکر سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اس بات سے مزہ آتا ہے کہ میرے بندے میرا ذکر کر رہے ہیں؟ کیا اس کو اس سے لذت آتی ہے؟ یا اس کو کوئی نفع ملتا ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو، اور اس پر ایمان رکھتا ہو، وہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر ساری کائنات ہر وقت ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے تو اس کی کبریائی میں، اس کے جلال و جمال میں، اس کی عظمت میں ایک ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا، اور اگر (العیاذ باللہ) ساری کائنات مل کر اس بات کا عہد کرلے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کو بھلا دیں، ذکر سے غافل ہو جائیں، اور معصیتوں کا ارتکاب کرنے لگیں، نافرمانیوں میں مبتلا ہو جائیں تو اس کی عظمت و جلال میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوگی۔ وہ ذات تو بے نیاز ہے

"اللہ الصمد" وہ ہمارے ذکر سے بھی بے نیاز، ہمارے سجدوں سے بھی بے نیاز ہماری تسبیح سے بھی بے نیاز، اس کو ہمارے ذکر کی ضرورت نہیں۔

تمام برائیوں کی جڑ، اللہ سے غفلت:

لیکن یہ جو کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو، اس سے ہمارا ہی فائدہ ہے، اس لئے کہ دنیا میں جتنے جرائم، بدعنوانیاں اور بد اخلاقیاں برائیاں ہوتی ہیں اگر ان سب براؤں کی جڑ دیکھی جائے تو وہ اللہ سے غفلت ہے۔ جب انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھتا ہے، تب گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں ہو، اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس دل میں ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے تو پھر گناہ سرزد نہیں ہو گا۔

چور جس وقت چوری کر رہا ہے، اس وقت وہ اللہ کی یاد سے غافل ہے، اگر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوتا تو چوری کا ارتکاب نہ کرتا، بدکار جس وقت بدکاری کر رہا ہے، اس وقت وہ اللہ کی یاد سے غافل ہے، اگر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوتا تو وہ بدکاری کا ارتکاب نہ کرتا، اسی بات کو حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِيُ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَا يَشْرِبُ الشَّارِبُ حِيْنَ يَشْرِبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ [صحیح بخاری، کتاب الحدود]

یعنی جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے، اس وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا، مومن ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایمان اس وقت مستحضر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر مستحضر نہیں ہوتا، جب چور چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا، یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں ہوتی تو وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرتا، لہذا ساری برائیاں، سارے مظالم، ساری بد اخلاقیاں جو دنیا کے اندر پائی جارہی ہیں، ان کا بنیادی سبب اللہ کے ذکر سے غفلت ہے۔

اللہ کہاں گیا؟

حضرت فاروق اعظمؓ ایک مرتبہ سفر پر جارہے تھے۔ جنگلوں کا سفر تھا۔ اور اس وقت آجکل کی طرح ہوٹلوں کا رواج تو تھا نہیں، اس لئے جب بھوک لگی، اور زادِ راہ ختم ہو گیا، تو آس پاس بستی تلاش کی کہ قریب میں کوئی بستی ہو تو وہاں جا کر کھانا کھالیا جائے۔ تلاش کے دوران دیکھا کہ بکریوں کا ایک گلہ چر رہا ہے۔ آپ نے قریب جا کر چرواہے کو تلاش کیا۔ اور اس سے ملاقات کر کے اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں۔ اور بھوک

لگی ہوئی ہے، اس لئے بکری کا دودھ نکال دو اور مجھ سے اس کے پیسے لے لو۔ تاکہ میں دودھ پی کر اپنی بھوک کا مداوا کرلوں۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت عمرؓ آدھی دنیا سے زیادہ کے حکمراں اور بادشاہ بن چکے تھے۔ جواب میں چرواہے نے کہا کہ جناب میں آپ کو ضرور دودھ دے دیتا، مگر بات یہ ہے کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں، یہ بکریاں میری نہیں ہیں، یہ میرے مالک کی ہیں، اور اس نے مجھے چرانے کے لئے دی ہیں، اس لئے یہ بکریاں بھی میرے پاس امانت ہیں، اور ان کا دودھ بھی میرے پاس امانت ہے، اس لئے میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دینے کا مجاز نہیں ہوں، اس لئے مجبوری ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دل میں خیال آیا کہ اس شخص کا تھوڑا امتحان لیا جائے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس چرواہے سے کہا کہ تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں، اگر تم اس پر عمل کرلو، اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے میرا بھی فائدہ ہے۔ اس چرواہے نے پوچھا کہ وہ کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ ایک بکری تم مجھے فروخت کردو، اور اس بکری کی جو قیمت ہو وہ تم مجھ سے لے لو، اس میں میرا تو یہ فائدہ ہے کہ میں اس بکری کو اپنے ساتھ سفر میں رکھوں گا۔ اور جب ضرورت ہوگی، اس کا دودھ نکال کر پی لوں گا، اور تمہارا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں بکری کے پیسے مل جائیں گے۔ رہا مالک، تو اگر مالک پوچھے کہ بکری کہاں گئی تو اس کو یہ کہہ دینا اس کو بھیڑیا کھا گیا، اس لئے کہ اس قسم کے واقعات جنگل میں پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ اس لئے اس کو یقین آجائے گا، اس میں تمہارا بھی بھلا ہو جائے گا۔ میرا بھی بھلا ہو جائے گا چرواہے نے جونہی یہ تدبیر سنی تو فوراً اس کی زبان پر یہ کلمات آئے:

يَاهٰذَا فَاَيْنَ اللّٰهَ "پھر اللہ کہاں گیا"؟

یعنی اگر یہ سب کام میں کرلوں تو اگرچہ مالک تو نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے، یہ سب کچھ حقیقت میں جھوٹ ہے۔ فریب اور دھوکہ ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر میں کیا جواب دوں گا؟

ذکر سے غفلت، جرائم کی کثرت:

یہ ہے اللہ کا ذکر، اللہ کی یاد، جو دل میں اس طرح جم گیا کہ کسی بھی وقت، جنگل کی تنہائی میں بھی، رات کی تاریکی میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر دل سے نکلتا نہیں۔ بہر حال حضرت فاروق اعظمؓ نے جب اس چرواہے کا جواب سنا تو فرمایا کہ جب تک تم جیسے انسان اس روئے زمین پر موجود رہیں گے، اور جب تک اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کا احساس دلوں میں موجود ہوگا، اس وقت تک اس روئے زمین پر ظلم نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ جواب دہی کا احساس وہ چیز ہے جو تنہائی میں بھی انسان کے دل پر پہرے بٹھا دیتا ہے۔ اور

اگر یہ احساس باقی نہ رہے تو اس کا انجام آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ پولیس کی تعداد بڑھ رہی ہے، محکموں میں اضافہ ہو رہا ہے، عدالتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، فوج لگی ہوئی ہے، گلی کوچوں میں پہرے لگے ہوئے ہیں مگر پھر بھی ڈاکے پڑ رہے ہیں، لوگوں کے جان و مال اور آبرو پر کس طرح حملے ہو رہے ہیں، جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب کیوں ہے؟ اس لئے کہ جرائم کی جڑ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی، جب تک اللہ جل شانہ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں نہ سما جائے، جب تک اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس دل میں پیدا نہ ہو، جب تک دل میں یہ شمع فروزاں نہیں ہوتی، اس وقت تک ہزار پہرے بٹھالو، ہزار فوجی بلالو، مگر جرائم بند نہیں ہوں گے، ذرا سی کسی کی آنکھ بہکے گی، اور جرم ہو جائے گا۔ بلکہ جو آنکھ حفاظت کے لئے مقرر تھی، آج وہ آنکھ جرم کرا رہی ہے۔ جس کو لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا، وہی لوگ جان و مال پر ڈاکے ڈال رہے ہیں لہٰذا جب تک اللہ کا ذکر، اس کی یاد دل میں نہ ہو، جواب دہی کا احساس دل میں نہ ہو، اس وقت تک جرائم کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

جرائم کا خاتمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جرائم کا خاتمہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ نہ پولیس ہے، نہ محکمہ ہے، نہ عدالت، نہ فوج، بلکہ جس کسی سے جرم صادر ہو گیا تو وہ روتا ہوا آرہا ہے کہ یا رسول اللہ مجھ پر سزا جاری کر دیجئے، تاکہ میں آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں، اور ایسی سزا جاری کریں کہ پتھر مار مار کر مجھے ہلاک کر دیجئے، اور مجھے رجم کر دیجئے۔ بس بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا خوف دل میں سما گیا۔ اسی لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو، ورنہ ہمارے ذکر سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں، لیکن جتنا ذکر کرو گے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس دل میں پیدا ہو گا، اور پھر جرم گناہ، معصیت اور نافرمانی سے انشاء اللہ بچاؤ ہو گا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

زبانی ذکر بھی مفید و مطلوب ہے:

لوگ کہتے ہیں کہ اگر صرف زبان سے "اللہ اللہ" کر رہے ہیں، یا "سبحان اللہ" کہہ رہے ہیں، یا زبان سے "الحمد للہ" کہہ رہے ہیں، اور دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے تو اس سے کیا حاصل؟ یاد رکھو یہ زبان سے ذکر کرنا پہلی سیڑھی ہے۔ اگر یہ سیڑھی قطع نہ کی تو دوسری سیڑھی پر کبھی نہیں پہنچ سکتے، زندگی بھر نہیں پہنچ سکتے،

اور اگر یہ سیڑھی قطع کرلی اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا شروع کر دیا تو کم از کم ایک سیڑھی تو طے ہو گئی، پھر اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دوسری سیڑھی بھی قطع کرا دیں گے۔ اس لئے اس ذکر کو بیکار مت سمجھو، یہ ذکر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اگر ہمارا سارا جسم نہ سہی تو کم از کم ایک عضو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہے۔ اگر اس میں لگے رہے تو انشاء اللہ آگے جا کر یہی ترقی کر جائے گا۔

تعلق مع اللہ کی حقیقت:

بہر حال، اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد کے دل میں سما جانے کا نام ہی "تعلق مع اللہ" ہے۔ یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ نہ کچھ رابطہ اور تعلق قائم ہے۔ صوفیائے کرام کے سلسلوں میں جتنی ریاضتیں، مجاہدات، وظیفے اور اشغال ہیں، ان سب کا حاصل اور خلاصہ اور مقصود صرف ایک ہی چیز ہے، وہ ہے "تعلق مع اللہ کو مضبوط کرنا"، اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے تو پھر انسان سے گناہ بھی نہیں ہوتے، پھر انسان اللہ کی عبادت بھی اپنی بساط کے مطابق بہتر سے بہتر انجام دیتا ہے، پھر اخلاقِ فاضلہ اس کو حاصل ہو جاتے ہیں، اور اخلاقِ رذیلہ سے نجات مل جاتی ہے، یہ سب چیزیں تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

ہر وقت مانگتے رہو:

اس تعلق مع اللہ کو حاصل کرنے کے لئے صوفیاء کرام کے یہاں بڑے بڑے لمبے چوڑے مجاہدات اور ریاضتیں کرائی گئی ہیں۔ لیکن ہمارے حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس تعلق مع اللہ کو حاصل کرنے کے لئے میں تمہیں ایک مختصر اور آسان راستہ بتاتا ہوں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اور ہر لمحے مانگنے اور مانگتے رہنے کی عادت ڈالو، ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگو، جو دکھ اور تکلیف پہنچے، پریشانی ہو، جو ضرورت اور حاجت ہو، بس اللہ تعالیٰ سے مانگو، مثلاً اگر گرمی لگ رہی ہے، کہو، اے اللہ! گرمی دور فرما دیجئے بجلی چلی گئی، یا اللہ! بجلی عطا فرما دیجئے، بھوک لگ رہی ہے، کہو، یا اللہ! اچھا کھانا دے دیجئے، گھر میں داخل ہو رہے ہیں، کہو، یا اللہ! گھر میں اچھا منظر سامنے آئے، عافیت کی خبر ملے، کوئی پیریشانی کی بات نہ ہو، دفتر میں داخل ہونے سے پہلے کہو یا اللہ! دفتر جا رہا ہوں، حالات ٹھیک رہیں، طبیعت کے موافق رہیں، کوئی ناخوشگوار بات پیش نہ آئے، کوئی تکلیف کی بات پیش نہ آئے۔ بازار جا رہے ہو، کہو، یا اللہ! فلاں چیز خریدنے جا رہا ہوں، مناسب قیمت پر مناسب چیز دلا دیجئے۔ ہر وقت ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالو۔

یہ چھوٹا سا چٹکلا ہے:

واقعہ یہ ہے کہ کہنے کو یہ معمولی بات ہے، اس لئے کہ یہ کام اتنا آسان ہے جس کی کوئی حد نہیں، اسی وجہ سے اس کی قدر نہیں ہوتی، لیکن اس نسخے پر عمل کر کے دیکھو، اللہ تعالیٰ سے مانگ کے دیکھو، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے رٹ لگاؤ، جو مسئلہ سامنے آئے، اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرو، یا اللہ یہ کام کر دیجئے، اگر اس کی عادت ڈال لو تو پھر کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے خالی نہیں جائے گا۔ مثلاً ایک آدمی سامنے سے آپ سے ملاقات کے لئے آرہا ہے، آپ ایک لمحے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں کہ یا اللہ! یہ شخص اچھی خبر لے کر آیا ہو، کوئی بری خبر لے کر نہ آیا ہو، یا اللہ! یہ شخص جو بات کہنا چاہ رہا ہے، اس کا اچھا نتیجہ نکال دیجئے۔ ڈاکٹر کے پاس دوا کے لئے جا رہے ہیں، کہو، یا اللہ! اس ڈاکٹر کے دل میں صحیح تجویز ڈال دیجئے، صحیح دوا اس کے دل میں ڈال دیجئے، گویا کہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالو یہ چھوٹا سا چٹکلا اور چھوٹا سا نسخہ ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس چٹکلے پر عمل کر کے دیکھو، کیا سے کیا ہو جاتا ہے، انسان اس کی وجہ سے کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔

ذکر کے لئے کوئی قید و شرط نہیں:

اور یہ جو مسنون دعائیں ہیں، حضور نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ ان کے ذریعہ اس نسخے کی طرف لا رہے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے اللہ تعالیٰ سے مانگو، اور دعا کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس مانگنے کو اور فریاد کو اتنا آسان فرما دیا ہے کہ اس پر کوئی قید اور شرط نہیں لگائی، بلکہ کسی بھی حالت میں ہو، اللہ تعالیٰ سے مانگو، نہ وضو کی شرط، نہ قبلہ رو ہونے کی شرط، حتیٰ کہ جنابت کی حالت میں بھی دعا مانگنا ممنوع نہیں ہے، اگر اس حالت میں قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں لیکن دعا کر سکتے ہو، حتیٰ کہ جس وقت انسان قضاء حاجت میں مصروف ہے، اس وقت زبان سے کوئی دعا نہیں کرنی چاہیے، زبان سے ذکر نہیں کرنا چاہیے، اس وقت بھی دل میں ذکر کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس ذکر کو اتنا آسان کر دیا کہ کوئی قید و شرط نہیں، اور کوئی خاص طریقہ نہیں، اگر موقع ہو تو باوضو ہو کر قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر مانگو لیکن اگر ایسا موقع نہ ملے تو نہ وضو کی شرط، نہ ہاتھ اٹھانے کی شرط، نہ زبان سے بولنے کی شرط، بلکہ دل دل میں اللہ تعالیٰ سے مانگ لو، یا اللہ یہ کام کر دیجئے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص سوال کرنے کے لئے آتا ہے، اور آکر یہ کہتا ہے کہ حضرت ایک بات پوچھنی ہے، تو اس وقت فوراً دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ، یہ شخص معلوم نہیں کیسا سوال کرے گا۔ اے اللہ اس سوال کا صحیح جواب میرے دل میں ڈال دیجئے، اور کبھی اس عمل سے تخلف نہیں ہوتا، ہمیشہ یہ عمل کرتا ہوں۔

مسنون دعاؤں کی اہمیت:

اب ہر ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا نکتہ حضورِ اقدس ﷺ نے اس طرح سکھایا کہ مانگنے کی خاص خاص جگہیں بتادیں کہ اس جگہ تو مانگ ہی لو، اور حضورِ اقدس ﷺ کے اس احسانِ عظیم پر قربان جایئے کہ انہوں نے دعا مانگنا بھی سکھا دیا۔ ارے تم خود کیا مانگو گے؟ کس طرح مانگو گے؟ کن الفاظ سے مانگو گے؟ تمہیں تو مانگنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔ یہ مانگنے کا ڈھنگ بھی میں تم کو بتا دیتا ہوں کہ یہ مانگو، اور اس طرح مانگو، ان الفاظ سے مانگو، یہ سب کچھ حضورِ اقدس ﷺ سکھا گئے، اب ہمارا آپ کا کام یہ ہے کہ ان دعاؤں کو یاد کریں، اور جب وہ موقع آئے تو توجہ کے ساتھ وہ دعا مانگ لیا کریں، بس اتنا کام ہے۔ سب کام حضورِ اقدس ﷺ کر گئے۔ پکی پکائی روٹی تیار کر کے پوری اُمت کے لئے چھوڑ گئے۔ اب اُمت کا کام ہے کہ اس روٹی کو اٹھا کر اپنے حلق میں ڈال لے، بس اتنا کام بھی ہم سے نہیں ہوتا۔ اور علماء نے ادعیہ ماثورہ اور مسنون دعاؤں کے نام سے بے شمار کتابیں لکھ دیں، اور اس میں وہ دعائیں جمع کر لیں، تاکہ ہر مسلمان اس کو آسان کے ساتھ یاد کر لے پہلے مسلمان گھرانوں میں یہ رواج تھا کہ جب بچے نے بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے اس کو دعائیں سکھائی جاتیں۔ کہ بیٹا بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ، کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو، بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھو، کپڑے پہنو تو یہ دعا پڑھو، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس کام کے لئے باقاعدہ کلاس لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اور پھر بچپن کا حافظہ بھی ایسا ہوتا ہے جیسے پتھر پر لکیر، ساری عمر یاد رہتا ہے، اب بڑی عمر میں یاد کرانا آسان کام نہیں، لیکن بہر حال، یہ کام کرنے کا ہے، ہر مسلمان اس کو غنیمت سمجھے اور یہ مسنون دعائیں کوئی لمبی چوڑی نہیں ہوتیں۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ روزانہ ان مسنون دعاؤں میں سے ایک دعا یاد کر لو، اور پھر اس کو موقع پر پڑھنے کا عزم کر لو کہ جب یہ موقع آئے گا، اس دعا کو خود پڑھیں گے، پھر دیکھئے گا کہ اللہ

تعالیٰ اس کے کیسے انوار و برکات عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر وقت اپنا ذکر کرنے اور اس میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عبرت حاصل کرنا

جو آدمی دوسروں کے حالات دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہے، وہ بہت ہی کم ٹھوکریں کھاتا ہے۔

نجوم ہدایت

بہادر بہن بھائی

عبداللہ فارانی

مسلمانوں کے لشکر نے ۱۳ ہجری میں دمشق پر حملہ کیا اور اس کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ رومیوں کے شہنشاہ نے دمشق والوں کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر روانہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنی فوج کے ایک سالار کو طلب کیا، اسے پانچ سو سوار دیے اور فرمایا:

"رومیوں کا ایک لشکر دمشق کی طرف آرہا ہے۔ اگر وہ یہاں پہنچ گیا تو ہمیں دمشق کا محاصرہ ختم کرنا پڑے گا، اس لیے تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور انہیں اس طرف آنے سے روک دو۔"

یہ نوجوان حضرت ضرار بن ازور اسدیؓ تھے۔ اپنی جانبازی اور دلیری کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ حکم سنتے ہی یہ اپنے پانچ سو سواروں کو لے کر آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔ دمشق کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا، اس کی تعداد دس ہزار سے کسی طرح کم نہیں، جب کہ وہ صرف پانچ سو تھے۔ گویا دشمن بیس گنا تھے۔ اس وقت بعض مسلمانوں نے حضرت ضرار بن ازور کو مشورہ دیا کہ ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اتنی بڑی تعداد سے لڑنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مدد طلب کی جائے اور جب کمک آجائے، تب ان پر حملہ کیا جائے۔ یہ سن کر حضرت ضرار نے پرجوش لہجے میں کہا:

"اللہ کی قسم! میں تو یہاں سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹوں گا، جو لوگ جانا چاہیں، انہیں میری طرف سے اجازت ہے، میں تو اپنی جان اللہ کی راہ میں بیچ چکا ہوں۔"

ان کے الفاظ سن کر دوسرے مسلمان بھی جوش میں بھر گئے۔ انہوں نے فوراً کہا:

"یہ تو ایک مشورہ تھا، ورنہ ہم بھی سر سے کفن باندھ کر نکلے ہیں۔"

اب سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر بجلی کی طرح کوندے۔ رومیوں کا خیال تھا، ان مٹھی بھر آدمیوں کو ہم آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیں گے، لیکن ان کی یہ خوش فہمی بہت جلد ہوا ہو گئی۔ کیونکہ یہ سب لوگ بھی آخر بڑے تجربہ کار تھے، ان کی کمان رومی شہنشاہ ہرقل کا ایک نامور سپہ سالار وردان کر رہا

تھا، اس لیے جب ان پانچ سو جانبازوں نے لڑائی شروع کی تو انہیں اپنے تجربے کی بنا پر معلوم ہو گیا کہ اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن انہیں شکست دینا خالہ جی کا گھر نہیں، حضرت ضرار نے اس موقع پر اس قدر شجاعت کے جوہر دکھائے کہ ان کے ساتھی بھی جوش میں بھر گئے۔ حضرت ضرار نے اپنا کرتہ اتار پھینکا، ایک نیزہ ہاتھ میں لے لیا اور گھوڑے کی پیٹھ پر سوار کسی شیر کی طرح رومیوں کی طرف بڑھے۔ ان گنت رومی جنگجو جو اپنے سالار کی حفاظت کر رہے تھے، وہ حضرت ضرار پر ٹوٹ پڑے، انہوں نے بھی ان رومیوں کو اپنے نیزے کی انی پر رکھ لیا، یہ نیزہ بازی کے بہت ماہر تھے، صرف ایک نیزے سے لڑتے تھے، وردان کی حفاظت کرنے والوں میں اس کا بیٹا حمران بھی شامل تھا، وہ بھی بہت بڑا جنگ جو تھا، اس نے اپنے فوجیوں کو شرم دلائی کہ وہ ایک آدمی پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ کہ کر اس نے غصے کی حالت میں اپنے نیزے سے حضرت ضرار پر وار کیا، وہ پہلے ہی بہت سے رومیوں میں گھرے ہوئے تھے، اس کے نیزے سے ان کا بازو زخمی ہو گیا، لیکن انہوں نے اس زخم کی پروانہ کی، زخمی بازو سے ہی اپنا نیزہ حمران کو دے مارا۔ حمران زخمی ہو کر گرا اور خاک و خون میں لوٹنے لگا۔ رومیوں نے اس کے گرنے پر اپنا گھیرا اور تنگ کر لیا، ایسے میں کچھ اور مسلمان سر دھڑ کی بازی لگا کر حضرت ضرار کی مدد کے لیے بڑھے، عین اس لمحے، حضرت ضرار کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، وہ زمین پر گر پڑے، بے شمار رومیوں نے انہیں چھاپ لیا، پھر انہیں اور ان چند مسلمانوں کو گرفتار کر لیا جو ان کی مدد کے لیے ان کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ گرفتار ہونے والے ان مسلمانوں میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کے غلام حضرت سالمؓ بھی تھے۔ وہ راستے میں کسی طرح خود کو چھڑا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور سیدھے حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضرت سالمؓ کی زبانی حضرت ضرار بن ازورؓ کی گرفتار کا علم ہوا تو وہ بے حد غمگین ہوئے۔ دمشق کے محاصرے پر میسرہ بن مسروقؓ کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ چھوڑا۔ خود باقی فوج کو لے کر روانہ ہوئے، راستے میں انہوں نے ایک نقاب پوش کو سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار فوج سے آگے نکلتے دیکھا۔ وہ بہت تیزی سے میدان جنگ کی طرف جاتا نظر آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے، کوئی اور مجاہد بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سوار پوری فوج سے آگے نکل گیا۔

جب اسلامی لشکر رومی لشکر کے نزدیک پہنچا تو اس وقت مسلمانوں نے دیکھا، وہ نقاب پوش سوار رومیوں

سے بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ وہ جدھر کا رخ کر لیتا تھا، رومیوں کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔ انہیں زخم پر زخم لگاتا تھا، خود بھی زخم پر زخم کھاتا تھا، لیکن ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور دوسرے صحابہ بہت حیران ہوئے۔ ایک بار پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کے بارے میں پوچھا، لیکن کسی مجاہد کو اس کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ اتنے میں نقاب پوش رومیوں کو مارتا کاٹتا اپنے خون میں نہایا ہوا نکلا، حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے پاس پہنچے اور پکارے: "اے جانباز! تو نے جانبازی کا حق ادا کر دیا، تو اللہ کے سامنے سرخ رو جائے گا، تجھ جیسے سر فروشوں کو نقاب پوشی کی کیا ضرورت، اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے، میں دیکھوں تو سہی، تو کون ہے؟"

نقاب پوش نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، خاموشی اختیار کی، لیکن جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے بار بار پوچھا تو اس نے کہا:

"اے امیر! میں ضرار بن ازور کی بہن خولہ بنت ازورؓ ہوں، میں اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سن کر بے چین ہو گئی، خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اسے دشمن کے پنجے سے رہائی دلانے کے لیے مجاہدین کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی۔ اب یا میں اسے رہائی دلاؤں گی یا پھر اپنی جان قربان کر دوں گی۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کی بہادری سے اور زیادہ متاثر ہوئے، فرمایا:

"جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں ہوں، اسے کوئی قوم شکست نہیں دے سکتی، تم بے فکر رہو، اگر ضرار زندہ ہے تو ان شاء اللہ ہم اسے چھڑا کر رہیں گے اور اگر اسے شہید کر دیا گیا ہے تو ہم بھی ان لوگوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جائیں گے یا انہیں ختم کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی فوج کے خاص دستوں کے ساتھ دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ حضرت خولہؓ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی زبان پر اپنے بھائی کی یاد میں درد بھرے اشعار تھے۔

ان کے اشعار نے مجاہدین میں اور آگ بھر دی۔ وہ دیوانہ وار لڑتے ہوئے آگے بڑھے اور ضرارؓ کو تلاش کرنے لگے۔ اس دوران رومیوں کا ایک دستہ گرفتار ہو گیا۔ اس دستے کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے ان رومیوں سے پوچھا:

"ہمارا ایک ساتھی جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ننگے بدن لڑ رہا تھا، تم لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا، تم

نے اسے کہاں رکھا ہے؟"

رومیوں نے بتایا: "اس شخص کو ہمارے سردار نے سو سواروں کے ساتھ حمص روانہ کر دیا ہے تاکہ اسے شہنشاہ ہرقل کے سامنے پیش کیا جا سکے۔"

یہ سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوراً رافع بن عمیر طائی کو حکم دیا:

"سو سوار لے کر بجلی کی تیزی سے حمص کے راستے پر جاؤ اور ضرار کو رومیوں کے قبضے سے چھڑا لاؤ۔"

حضرت خولہؓ نے بھی اس دستے کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہو لیں۔ کافی بھاگ دوڑ کے بعد آخر انہیں وہ دستہ نظر آ گیا۔ انہوں نے حضرت ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو باندھ کر اونٹوں پر لاد رکھا تھا۔

یہ منظر دیکھتے ہی حضرت خولہؓ ضبط نہ کر سکیں اور شیرنی کی طرح ان رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ مجاہدین نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں انہوں نے ان سواروں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ بھائی بہن گلے ملے اور رو پڑے۔ یہاں سے روانہ ہو کر یہ لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جا ملے۔ مسلمانوں کو ان کی رہائی سے بہت خوشی ہوئی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس مہم کے بعد پھر دمشق کا رخ کیا، ایسے میں انہیں اطلاع ملی، ہرقل نے ایک زبردست فوج اجنادین بھیج دی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے مشورے سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق سے عارضی طور پر فوج ہٹا کر اجنادین کا رخ کیا۔ مسلمان دمشق سے روانہ ہوئے۔ ایسے میں دو رومی سرداروں نے اپنی فوج کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے حملہ کر دیا۔ اس حصے میں عورتیں تھیں۔ حملہ اچانک تھا، مسلمانوں کے سنبھلنے سے پہلے رومیوں کا یہ لشکر کچھ مسلمان عورتوں کو پکڑ کر لے گیا۔ ان عورتوں میں حضرت ضرار بن ازور کی بہن حضرت خولہؓ بھی تھیں۔ جب رومیوں نے ایک جگہ آرام کرنے کے لیے پڑاؤ ڈالا تو خولہؓ نے دوسری قیدی خواتین سے کہا:

"بہنو! ہم عرب کے بہادروں کی بیٹیاں ہیں، نبی کریم ﷺ کی نام لیوا ہیں، ہمیں ان مشرکوں کی اطاعت قبول کرنے کی بجائے جان پر کھیل جانا چاہیے۔"

جواب میں انہوں نے کہا:

"بات تو بالکل ٹھیک ہے لیکن ہتھیاروں کے بغیر ہم رومیوں کا مقابلہ کس طرح کریں۔"

حضرت خولہؓ نے فوراً کہا:

"اصل بہادری یہی ہے کہ ہتھیار نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جائیں، آؤ خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں اور ان سے رومیوں کے سر توڑ ڈالیں، رہائی حاصل کر لیں یا شہید ہو جائیں۔"

تمام عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں۔ حضرت خولہؓ نے انہیں ایک دائرے کی صورت میں کھڑا کیا، پھر اشعار پڑھتے ہوئے رومیوں کی طرف بڑھیں۔ رومیوں نے جو عورتوں کا دائرہ اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو حیران ہوئے اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے چاروں طرف سے عورتوں کو گھیر لیا، جونہی رومی ان کے نزدیک ہوئے انہوں نے چوبوں کو تلواروں کی طرح چلانا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے سر پھاڑ ڈالے۔ رومی بوکھلا اٹھے۔ عورتوں کے ہاتھ اس قدر تیزی سے چل رہے تھے گویا بجلیاں کوند رہی ہوں۔ وہ رومیوں کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہیں دے رہی تھیں۔ یہ مقابلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ رومیوں کا غصہ لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا، کیونکہ چند نہتی عورتیں ان کے لیے ایک مسئلہ بن گئی تھیں۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید اور حضرت ضرار بن ازورؓ ایک تیز رفتار دستے کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ یہ عین اس وقت پہنچے جب رومی پوری طرح، چاروں طرف سے عورتوں کو گھیر چکے تھے اور وہ چوبوں سے ان پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھیں۔ اس وقت تک بہت سے رومیوں کو جہنم میں پہنچا چکی تھیں۔ اسلامی لشکر نے وہاں پہنچتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ بلند لگایا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے، رومی بدحواس ہو گئے، سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ حضرت ضرارؓ نے اپنے دستے کے ساتھ ان رومیوں کا تعاقب کیا، انہیں مارتے کاٹتے چلے گئے، رومی دمشق کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ان حضرات نے دمشق کے دروازے تک ان کا تعاقب جاری رکھا۔

عورتوں نے اس غیبی مدد پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر اجنادین کی طرف بڑھا۔ وہاں رومی سپہ سالار وردان ۲۰ ہزار فوج لیے پڑا تھا۔ اس لڑائی میں حضرت ضرارؓ نے عجیب بہادری دکھائی۔ اپنا نیزہ لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور آن کی آن میں تیس رومیوں کے سینے چھید ڈالے۔ رومیوں نے ان کے مقابلے پر اپنے کئی بڑے جنگ جو یکے بعد دیگرے بھیجے، لیکن ہر ایک نے خاک چاٹی۔

حضرت ضرار بن ازورؓ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلے بنو اسد بن خزیمہ سے تھا۔ یہ قبیلہ خیبر کے پاس

آباد تھا۔ آپ اپنے قبیلے کے ساتھ ۹ ہجری میں ایمان لائے، آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ مدت رہ کر دین کا علم سیکھا۔ بہت جری اور دلیر تھے، نیزے کی لڑائی کے ماہر تھے۔ اسی طرح ان کی بہن حضرت خولہؓ بھی بہادری میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ حضرت ضرارؓ نے طلیحہ کذاب اور مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ دمشق اور اجنادین کی لڑائیوں کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ دونوں بھائی بہن غضب کے جنگ جو تھے۔ حضرت ضرارؓ کی شہادت میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ مورخین کا کہنا ہے، آپ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے، کچھ کہتے ہیں شہید ہوئے ہی نہیں، وہ اور ان کی بہن طاعون کی وبا میں فوت ہوئے۔

دونوں چاہے جس طرح بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ ان کی مجاہدانہ زندگی قابل رشک تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ آمین۔

لمحہ فکریہ!

اہل پاکستان کے اسلامی رویوں کے حوالے سے امریکی تھنک ٹینک PEW کی سروے رپورٹس

2013ء	پاکستان میں نفاذ شریعت کے حامیوں کی تعداد	84 فیصد
2014ء	پردے کے حامی پاکستانی خواتین	98 فیصد
	دوپٹے کی ضرورت نہیں	2 فیصد
2016ء	ملک میں نفاذ شریعت کے شدید حامی	78 فیصد
	ملک میں نفاذ شریعت کے معتدل مزاج حامی	16 فیصد
	ملک میں نفاذ شریعت کے مخالف	2 فیصد

پاکستان کے ان سیکولر اور لبرل سیاستدانوں، دانشوروں، صحافیوں، اینکرز کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو امریکی سروے کے مطابق 2 فیصد ہوتے ہوئے 98 فیصد اکثریت کے نظریات و عقائد کے خلاف ہر وقت پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔

سیرت و تاریخ

حُبِ رسول ﷺ کی حقیقت

مولانا مفتی محمد ایاز
رئیس جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

ہر سال ربیع الاول کا مہینہ رحمتوں، برکتوں اور روحانی نعمتوں کا تحفہ لے کر آتا ہے اور ذکرِ رسول ﷺ امت کی زندگی میں نئی روح پھونکنے کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن یہ حقیقت بھی ہر لمحے سامنے رکھنا ضروری ہے کہ حبِ رسول ﷺ کا تعلق نہ کسی خاص مہینے سے ہے، نہ کسی خاص مقام اور موسم سے۔ یہ تو وہ سدا بہار کیفیت ہے جو ایمان کے پہلے لمحے سے زندگی کے آخری سانس تک مومن کا سرمایہ اور ایمان کی شرط ہے۔

شعوری طور پر، حتیٰ کہ صرف رسمی طور پر بھی جب ایک شخص اپنے مسلمان ہونے کا اعلان یہ کہہ کر کرتا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنا وحدہٗ لاشریک رب مانتا ہے اور خاتم النبیین ﷺ کو اللہ کا سچا رسول اور بندہ تسلیم کرتا ہے (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) تو وہ اللہ اور رسول ﷺ سے ایک پیمانِ محبت باندھتا ہے اور اپنے آپ کو اپنے رب، مالکِ حقیقی اور اپنے رہنما، قائد، محسن اور ہادی ﷺ کے ساتھ ایک ایسے رشتے میں منسلک کرتا ہے جو اسے رنگ و نسل، خون اور مقام کی قید سے آزاد امت مسلمہ اور امت محمدیہ کا ایک جزو لاینفک بنا دیتا ہے۔ بلاشبہ اس رشتے کا اصل لطف شعوری تعلق کی صورت میں ہے لیکن یہ بھی اللہ کا انعام ہے کہ جس شخص نے صرف زبان سے اظہار اور دل سے اقرار کیا ہو، اور اس نے اس رشتے سے وابستہ ہونے کے مطالبات اور شرائط و واجبات پر غور نہ بھی کیا ہو، تب بھی وہ اپنے قائد و رہنما محمد ﷺ کی محبت کو دل کی ہر دھڑکن میں محسوس کرتا ہے۔ اور یہ محبت ساری زندگی اس کی رگوں میں خون کی شکل میں گردش کرتی رہتی ہے۔ وہ ایک دیہاتی ہو، شہری ہو، کوہستانی ہو، صحرا نشین ہو، سمندر میں دن رات سفر کرنے والا مچھیرا ہو، ایک طالب علم ہو یا دانش ور، وہ اپنے آپ کو اس رشتے سے اس طرح وابستہ کر دیتا ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی، حتیٰ کہ جب موت سامنے نظر آ رہی ہو، اس وقت بھی وہ نہیں چاہتا کہ اس کے رسول ﷺ اس کے محسن ﷺ کی ذات و شخصیت کو ایک پھانس کے برابر بھی تکلیف پہنچے۔ سیدنا خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد دلاتا ہے

کہ جب انہیں شہید کرتے وقت ان کے قاتل نے سوال کیا کہ اگر تمہاری جگہ یہ عمل تمہارے رسول ﷺ پر کیا جاتا تو تم کیا محسوس کرتے، تو ان کا جواب قیامت تک کے لیے ہر مسلم و مومن کی طرف سے دیا جانے والا جواب تھا، یعنی میں تو یہ بھی نہیں پسند کروں گا کہ اس ہستی کو ایک پھانس کے برابر بھی تکلیف پہنچے۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی قرادؓ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم ﷺ نے وضو کیا۔ آپ ﷺ کے کچھ اصحاب آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارے اس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو (بہ حفاظت) مالک کے حوالے کریں، اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ [مشکوۃ]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائوں۔ [بخاری، مسلم]

اگر صرف ان دو احادیث پر غور کیا جائے تو آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کے حوالے سے ان میں بیش بہا ہدایات موجود ہیں۔

سچ کو اختیار کرنا:

سب سے پہلی بات جس کا سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم سچ کو اختیار کریں۔ بلا شبہ محبت کے مظاہر ایک فطری عمل ہیں اور نبی کریم ﷺ سے تعلق کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن اس کے ساتھ محبت کی اصل روح اور تقاضوں کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ محبت کی تعریف اور مفہوم یہ نہیں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جس پانی سے وضو فرمایا ہو اس کو تبرکاً اپنے چہرے پر مل کر یہ سمجھ لیا جائے کہ اس برکت کے سہارے ربِ کریم ہم پر عنایت فرما دے گا، بلکہ محبت کا تعلق "عمل" سے ہے۔ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے اصحاب کی قلبی کیفیت اور وابستگی کو حکمتِ رسالت کے ذریعے تین ایسے اعمال میں بدل دینے کا حکم دیا جو ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں مومن بنا سکتے ہیں، چنانچہ پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب بات کریں تو سچ (صدق) کو

اختیار کریں پھر یہ صدق محض زبان سے سچی بات کہنے تک محدود نہیں ہے، گو اس کی بھی غیر معمولی اہمیت ہے، بلکہ اصل مقصد اور ہدف اپنے معاملات میں صدق کو اختیار کرنا مطلوب ہے۔ صدق جس کی طرف خاتم النبیین ﷺ نے حبِ رسول کے حوالے سے متوجہ فرمایا، اہلِ ایمان کی صفات کے حوالے سے بار بار قرآن کریم میں اس کا تذکرہ ہوا ہے۔

امانت، اہلِ امانت کے سپرد کرنا:

رحمت للعالمین ﷺ نے جس دوسرے عملِ صالح کے ذریعے رسول ﷺ کے لازمی مظہر کی حقیقت کو بیان فرمایا ہے وہ بھی قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک اہم عمل ہے جس کے بغیر ہم موجودہ اخلاقی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی انتشار سے نہیں نکل سکتے۔ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَيُؤَدِّيَ اَمَانَتَهٗ اِذَا ائْتُمِنَ، یعنی امانت کو بہ حفاظت مالک کے حوالے کرے۔

قرآن کریم نے امانت کو اہلِ ایمان کی اولین صفات کے طور پر جگہ جگہ بیان کیا ہے۔

اگر ایک ایسے شخص کو جو بذاتِ خود اور جس کا قبیلہ اپنی ماضی کی تاریخ کے لحاظ سے چور، بد دیانت اور ڈاکو کے طور پر شہرت رکھتا ہو، ملک کی اعلیٰ ترین ذمہ داری سونپ دی جائے اور پھر کفِ افسوس ملا جائے کہ ملک کے امیر امیر تر اور غریب، غریب تر ہو رہے ہیں، سرکاری خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے، پرائیویٹائزیشن کے نام پر اپنے ہم نوالہ افراد کو کوڑیوں کے مول قومی اثاثے فروخت کیے جا رہے ہیں، سیاسی حلیفوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے ہزاروں ایکڑ زمین تقریباً مفت دی جا رہی ہو، تو یہ قصور صرف چور ہی کا نہیں بلکہ چور کو امانت حوالے کرنے والوں کا بھی ہے۔

اگر ابلاغی سطح پر صحافت اور برقی ابلاغِ عامہ کو ایسے افراد کے حوالے کر دیا جائے جو ذہناً یا تو مغرب کے غلام ہوں یا ہندوانہ ثقافت اور مفادات کی حمایت میں اپنی دانش وری کو استعمال کرنے کے لیے مشہور ہوں تو الزام کسے دیا جائے گا؟ اگر تعلیم گاہ میں ایک ایسے شخص کو استاد بنا دیا جائے جو نہ علم رکھتا ہو نہ کردار، تو جو نسل اس کے زیر تربیت پیدا ہو گی، کیا اس میں صداقت اور امانت پیدا ہو سکتی ہے؟ اقبال نے صداقت اور امانت کے حوالے ہی سے کہا تھا کہ ان دو اسلامی اقدار اور احکاماتِ نبوی ﷺ کو جب تک اختیار نہیں کیا جائے گا اس وقت تک قوموں کی امامت کا فریضہ ادا نہیں ہو سکتا۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

پڑوسی کا حق:

تیسری اہم ہدایت جو حبِ رسول ﷺ کے حوالے سے خاتم النبیین ﷺ نے فرمائی وہ پڑوسی کے حقوق سے ہے۔ ہم عموماً اس سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ عید بقر عید کے موقع پر اگر پڑوسی کے ہاں گوشت کا حصہ یا سویاں بھیج دی گئیں تو اس کا حق ادا ہو گیا، حالانکہ اس کا مقصد وہ تمام افراد ہیں جن سے تعلق سکونت کے باب میں مستقل رفاقت کا ہو، یا جو عارضی طور پر رفیقِ سفر بن جائیں۔ اس کا اشارہ اس حدیث میں بھی ملتا ہے، جس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ پڑوسی سے مراد محض فوری پڑوسی نہیں ہے بلکہ ۴۰ گھر سیدھے ہاتھ کی طرف اور ۴۰ گھر بائیں ہاتھ کی طرف پڑوسی شمار کیے جائیں گے۔ ایسے ہی پڑوسی سے مراد وہ شخص بھی ہے جو ہمارا ہم سفر ہو، بس میں، جہاز میں، ٹرین میں، ویگن میں، کہیں بھی، گویا اتنے کم عرصے کے لیے بھی اس کے حقوق کا خیال رکھنا حبِ رسول ﷺ کا تقاضا اور مطالبہ ہے۔

حبِ رسول ﷺ کے حوالے سے قرآن کریم نے جو اصول طے کر دیا ہے وہ رسمی اظہارِ محبت سے عبارت نہیں۔ دل، زبان اور اعمال سے محبت کے اظہار کے ساتھ اس سے بھی کہیں بڑھ کر قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔

[ال عمران ۳۲-۳۱:۳]

اے نبی ﷺ ! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قبول کرو۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار

کرتے ہوں۔

حب رسول ﷺ کے شرطِ ایمان ہونے پر وہ حدیث بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"

[صحیح بخاری، صحیح مسلم]

یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حبِ رسول ﷺ کے غالب ہونے کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اولاد کے لئے والدین اور والدین کے لئے اولاد کے مفاد سے زیادہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات اور اسوہ کی پیروی کرنے کی فکر ہو۔ وہ گھریلو معاملات ہوں یا ملکی سیاسی، معاشی مسائل، ہر ہر فیصلہ کرتے وقت یہ دیکھیں، کیا ایسا کرنے سے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو رہی ہے یا بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس مختصر وضاحت کے بعد یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ ملکی حالات میں وہ کون سے اقدامات ہیں جو حبِ رسول ﷺ کے مظہر ہو سکتے ہیں:

- صدق کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے تجدید ایمان کرتے ہوئے ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور خاتم النبیین ﷺ سے اپنے مطیع و فرماں بردار ہونے کے عہد کو شعوری طور پر تازہ کریں اور ان تمام اداروں اور افراد کی غلامی و محکومیت سے اپنے آپ کو نکالیں جو اس تعلق پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔
- دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اس ملکِ عزیز کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قدر والی رات میں عطیہ اور میراث کو ایک امین کی طرح سے اصل مالک کی مرضی کے مطابق اور اس کی شریعت کے مطابق معاشی، معاشرتی، ثقافتی، تعلیمی، قانونی اور سیاسی معاملات کو ترتیب دیں۔
- تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اس ملک کی سربراہی اور قیادت ایسے افراد کے ہاتھ میں دیں جو امین اور صادق ہوں اور ایسے افراد سے نجات حاصل کریں جو خائن اور کاذب ہوں۔
- چوتھا تقاضا یہ ہے کہ ایسے معاملات میں اور افرادِ کار کے انتخاب میں صلاحیت اور قابلیت کو معیار بنائیں اور خاندانوں کی حکومت، مصاحبوں کی بادشاہ گری اور ذاتی مفادات کی غلامی سے نکل کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خوف رکھنے والے افراد کو ملک کی زمامِ کار سونپیں۔

- پانچواں تقاضا یہ ہے کہ نظامِ اسلامی کے قیام کی جدوجہد میں اپنا وقت، صلاحیت، دولت، غرض جو کچھ ہمارے اختیار میں ہو، لگاتے وقت صبر و استقامت کے روے کو اختیار کریں اور حالات کی نزاکت سے گھبرا کر یہ کبھی نہ سوچیں کہ اب تو یہ ملک ٹوٹنے کے قریب ہے۔ نا اُمیدی کفر ہے اور رات کے بعد صبح کا نور اللہ کی سنت اور وعدہ ہے۔ ہماری ذمہ داری بس اتنی ہے کہ اپنی جانب سے کوششوں میں کوئی کسر نہ چھوڑیں اور سعی وجہد کے ساتھ اللہ پر توکل کریں اور یاد رکھیں کہ ہماری مساعی میں اضافہ ہی مسائل کا حل ہے۔ ؎

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے ،تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا،لوح و قلم تیرے ہیں

سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔

جو شخص سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے وہ اکثر فائدے میں رہتا ہے اور جو کام کرنے سے پہلے سوچ بچار کر لیتا ہے وہ اکثر ٹھیک کام کرتا ہے۔

دعوت و تحریک

تحریکی کارکنوں کے لیے بارہ (12) رہنما اصول

یہ مضمون دراصل عالم عرب کے ایک عالم ڈاکٹر سلطان العمیر کی عربی مضمون کا ترجمہ ہے

عبد المنعم فائز

اس تحریر میں اسلام پسند سے مراد ہر وہ شخص یا جماعت ہے جو اسلامی ممالک میں موجود خرابیوں کو دور

کرنے کے لیے کوئی بھی منصوبہ شروع کرے۔ اسلامی ممالک میں تبدیلی کے کسی بھی منصوبے کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے متعدد قوانین کی پاس داری کرنا ضروری ہے۔

(۱) رائے اور اسلام:

اے اسلامی تحریک کے علمبردار! یہ ہمیشہ یاد رکھ کہ آپ کا شروع کردہ منصوبہ اور دین کے کام کرنے کا اپنایا گیا طریقہ کار "اسلام" نہیں ہے، بلکہ وہ ایک اجتہادی رائے ہے جو آپ نے اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنائی ہے۔

(۲) تنقید برداشت کریں:

تنقید برداشت کرنے اور پیچھے ہٹنے کا حوصلہ پیدا کریں۔ جب آپ کا منصوبہ اجتہادی رائے ہے تو اس پر تنقید بھی کی جاسکتی ہے اور اگر قابل اصلاح ہو تو اصلاح کریں یا اس سے پیچھے بھی ہٹا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی شخص تعمیری تنقید کرے گا تو وہ آپ کی اجتہادی رائے پر تنقید ہوگی، اسلام پر ہرگز نہیں۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ دوسروں کی تنقید سے پہلے ہی اپنا تنقیدی جائزہ لیں۔

(۳) جماعت، اسلام نہیں:

آپ کی جماعت اور پارٹی میں حق منحصر نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اجتہادی رائے میں کئی لوگ حق پر ہوسکتے ہیں۔ اسی لیے کئی جماعتیں بھی حق پر ہوسکتی ہیں۔

(۴) حق کی طرف داری:

اے اسلام کے نفاذ میں سرگرم نوجوان! لوگوں کی وابستگیاں دیکھ کر ان سے تعلقات استوار نہ کرو، بلکہ افراد کی مہارت، حق شناسی اور صلاحیت دیکھ کر ان سے رویہ اور سلوک رکھو۔ شرعی اور عقلی طور پر جائز نہیں کہ کسی شخص کی معمولی رائے کو صرف اس لیے پذیرائی دی جائے، کہ وہ آپ کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اور کسی شخص کی بہت قیمتی رائے کو اس کے مقابلے میں صرف اس لیے نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آپ کی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتا۔

(۵) علمی رسوخ:

یاد رکھئے! صرف پرجوش اعلانات اور زبردست جذبات سے آپ اپنے مقاصد اور اہداف حاصل نہیں

کرسکتے۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے باخبر ہوں، استدلال اور استنباط سے واقف ہوں۔ اے اسلام کے دعویدار! تمہارا علمی رسوخ سے بہرہ ور ہونا بہت ضروری ہے۔ تمہیں شریعت کا علم ہو گا تو پھر ہی اس کے نفاذ کا بیڑا اٹھا سکو گے۔

(۶) حالاتِ حاضرہ:

یہ بات دل کے کانوں سے سنو کہ اس دور میں کسی اسلامی اصلاحی تحریک کی بنیاد صرف پختہ علم پر نہیں کھڑی کی جاسکتی، بلکہ اس کے لیے عصر حاضر کا گہرا سیاسی، اقتصادی، ابلاغی اور معاشرتی مطالعہ بھی ضروری ہے۔ ہمیشہ اس کی کوشش کرو کہ ان تمام شعبوں کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد آپ کی جماعت میں موجود ہو۔ اگر ایسے افراد آپ جماعت میں نہیں ہیں تو پھر آپ کو معاشرے میں پھیلے ایسے افراد سے کام لینے کا سلیقہ تو آنا چاہئے تاکہ اُن سے کام لیا جائے۔

(۷) بہتری کا معیار:

اے اسلام پسند! یہ ضروری نہیں کہ روزمرہ تمام امور میں تم غیر مسلموں سے اچھے ہی رہو۔ ممکن ہے کہ غیر مسلم روزمرہ دنیاوی اُمور میں آپ سے بھی اچھا ثابت ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزمرہ امور کی بنیاد تجربے، مہارت اور زمانے سے واقفیت پر ہوتی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کوئی غیر مسلم ان چیزوں میں آپ سے بھی بہتر ثابت ہو جائے۔ تو اُن کی دنیاوی اچھی باتوں کو جو اسلام سے متصادم نہ ہو اور آپ کے کام کی ترقی اور بہتری کا سبب بنتا ہو اُسے اپنایا جائے جیسے جدید ذرائع ابلاغ، اچھا تنظیم اور بہتر طریقہ منصوبہ بندی وغیرہ۔

(۸) عوام کا حصہ:

آپ کی جماعت یا آپ خود عام مسلمانوں سے نہ تو بہتر ہو، نہ ہی پاکیزہ تر، نہ ہی بالاتر۔ آپ اسی معاشرے کا ایک حصہ ہو، بلکہ سب کے خادم ہو۔ لہٰذا اس سوچ کو لے کر معاشرہ میں کام کرتے رہو۔

(۹) مہارتوں کا احترام:

لوگوں کی مہارتوں کا احترام کرنا سیکھو۔ آپ کے اسلام پسند اور عالم ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنی صلاحیتوں کو پہچانو مگر اس کے ساتھ ساتھ دیگر ماہرین کی صلاحیتوں سے بھی استفادہ کرو۔ دیگر تحریکوں، سیاست دانوں، معاشی ماہرین، عسکری ماہرین سے استفادہ کرتے رہو۔

(۱۰)ہر لمحہ بہتری:

اپنے منصوبے یا تحریک کو ہر لحظہ بہتر بناتے رہو۔ کوئی بھی اصلاحی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ زمانے کی رفتار کا ساتھ نہیں دیتی اور زمانے کے تقاضوں پر نظر نہیں رکھتی۔ اپنی سوچ اور فکر کے ساتھ ساتھ اپنے ذرائع اور وسائل کو بھی زمانے سے ہم آہنگ کرتے رہیں جہاں تک وہ شریعت کے اصول سے متصادم نہ ہو۔

(۱۱)معاملہ فہمی:

اے اسلام کے علم بردار! تمہارا ذہن، سمجھدار، زیرک اور معاملہ فہم ہونا بھی ضروری ہے۔ دشمنوں، مجرموں اور ظالموں کی نظریں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں۔ لوگ تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے اور تمہیں اپنی صفوں میں شامل کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ اس لیے ہر دم چوکس اور چاک و چوبند رہو تاکہ وہ تمہیں غلط استعمال نہ کرے یا اپنے منزل مقصود سے ہٹا کر فکری، تحریکی اور دعوتی میدان میں گمراہ نہ کرے۔

(۱۲)قائد اور حکمت عملی:

تحریکوں کی زندگی میں قیادت تحریک کا دماغ ہوتی ہے، وہی سوچتی سمجھتی اور لائحہ عمل طے کرتی ہے لہٰذا قائد اور ذمہ دار کے لیے لازمی ہے کہ وہ فہم و بصیرت سے مالا مال ہو تاکہ مسائل کا درست ادراک کر کے بروقت حکمت عملی طے کر کے منصوبہ بندی کر سکے۔

(۱۳)عوامی پذیرائی:

تحریک کی کامیابی یہ نہیں کہ آپ کی جماعت میں کتنے لوگ شامل ہو گئے یا آپ کے تعلقات کتنے پھیل گئے ہیں، بلکہ اصل مدار اس پر ہے کہ عوامی حلقوں میں آپ کو کتنی پذیرائی ملی ہے اور کتنے لوگ آپ کے پیغام سے مطمئن ہیں۔ بقول ایک مفکر:

ایک تحریک کے لیے چند لوگوں کا متفق ہونے پر اکتفا نہیں کرنی چاہیے بلکہ

- کروڑوں انسان آپ کے تحریک سے واقف ہوں۔
- لاکھوں انسان کم از کم اس پیغام کو حق مان لیں۔
- اور ایک کثیر تعداد ایسے سرفروشوں کی تیار ہوں جو حقیقی ایمان، بہترین عمل اور بلند ترین اخلاق

وسیرت کے حامل ہو جو اپنے مقصد عظیم کے لیے ہر قسم قربانی سے دریغ نہ کرتے ہو۔

(۱۴) دعوت اور سیاسی سرگرمیوں کو الگ کر دینا:

دونوں کام کے لیے الگ الگ شعبے اور جماعتیں میدان میں اترنا چاہیے تاکہ دعوت، سیاسی مجبوریوں سے مجروح نہ ہو۔ اس میں ٹھیٹھ پن بھی برقرار رہے اور دستیاب مواقع سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکے۔

(۱۵) صحیح منہج دعوت:

لوگوں کو تنگ نظری، گروہی تعصب کی بجائے اسلامی فکر دینا، فرد کو معاشرتی کردار پر ابھارنا، اسے مکارم اخلاق کی تعلیم دینا، امت کا پرچار اور برسر اقتدار طبقے کو حکمت، صبر اور سنجیدگی کے ساتھ دینی فکر پہنچانا اور اُن پر مجددی طرز پر محنت کرنا۔ اپنے دور کی جاہلیت کا ابطال کرنا، مسجد کو مرکز بنانا اور میڈیا کا استعمال کرنا۔

یہی کافی ہے۔

وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں میں غفلت کرتے ہیں، وہ کہا کرتے ہیں: "یہی کافی ہے، اتنا ہی کافی ہے۔" اس سے کتنے ہی لوگوں کی عادتیں اور چال چلن خراب ہو گئے ہیں، دولت و حشمت جاتی رہی ہے، جہاز ڈوب گئے ہیں، مکانات جل کر راکھ ہو گئے ہیں اور ہزاروں عمدہ تجاویز جو انسان کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوتیں، خاک میں مل گئی ہیں۔ یہ ایک قسم کا عذر ہے، مگر ناکامی اور شکست کا باعث ہے۔ "یہی کافی ہے" کے بجائے ہم یہ سیکھیں کہ "ہمیں کیا کرنا چاہیے" اور "سب سے عمدہ کام ہمارے لیے کون سا ہے؟" تاکہ ہم منزل مقصود کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔

نونہالوں کی تربیت

بنت احمد علی
متعلمہ جامعہ منہج القرآن پشاور

ایک بچے کی شخصیت پر محض اس کے والدین کی تربیت کا اثر نہیں ہوتا بلکہ گھریلو ماحول، ہمسائے،

خاندان اور معاشرے میں موجود ہر ایک فرد کے رویے کا اثر بھی بچے کی ذہنی و فکری نشو نما اور اس کی شخصیت پر پڑتا ہے۔ ہم میں سے اکثر والدین یہ غلطی کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے بچے کی تربیت کا بھرپور اہتمام ہوتا ہے لیکن اس کی شخصیت پر اثر کرنے والے دیگر عوامل کو بالکل ہی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ بچوں کی پرورش یک طرفہ معاملہ نہیں ہے بلکہ بیرونی ماحول اور قوتیں بھی اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ذیل میں ان چند عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے جو بچوں کی نشو نما پر اثر انداز ہوتے ہیں:

گھر کا ماحول:

بچے کی سب سے پہلی درس گاہ اس کا اپنا گھر ہوتا ہے۔ بچوں ی شخصیت انہی خطوط پر تشکیل پاتی ہیں جن کا مشاہدہ وہ اپنے گھر میں کر رہے ہوتے ہے۔ آپ بچوں کو زبانی جو کچھ بھی کہیں، ضروری نہیں کہ بچے اس پر عمل پیرا ہوں، مگر یہ بچے وہ ضرور کریں گے جو آپ خود عملی طور پر کرتے ہیں۔ یہ خواہش رکھنا ہماری کم عقلی ہے کہ ہم خود اخلاق و کردار سے آراستہ نہ ہوں اور ہمارے بچے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بن جائیں۔ ہم خود تو دین سے دور ہوں مگر بچے دین پر عمل پیرا ہوں۔ ہم خود تو والدین کی عزت نہ کریں مگر بچوں سے امید رکھیں کہ وہ ہمارے فرمانبردار ہوں گے۔ الغرض گھر ہی وہ پہلی درسگاہ ہے جس میں بچہ اچھائی یا برائی سیکھتا ہے۔ گھر کے ماحول کی اہمیت کا اندازہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر یہ اس کے والدین ہوتے ہیں جو اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

والدین کے علاوہ گھر میں رہنے والے باقی افراد جیسے دادا، دادی، چچا، چچی، خالہ، پھوپھی وغیرہ بھی بچوں کی شخصیت پہ بہت گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔

اسکول کا ماحول:

گھر کے بعد بچے پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا ادارہ اس کا سکول یا مدرسہ ہوتا ہے۔ اگر سکول کا ماحول پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو، وہاں کے اساتذہ اچھے اخلاق اور عمدہ کردار والے ہوں تو بچہ بھی ان جیسا بنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سکول کا ماحول گندگی سے بھرپور اور اخلاقیات سے عاری ہو تو بچے کی شخصیت میں بھی گندا رہنے کی عادت پروان چڑھتی ہے اور اخلاقیات کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ اسی طرح

اگر سکول ایسا ہو جس میں بچوں کی صلاحیتوں کو مان کر انہیں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں تو بچے کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ دوسری طرف اگر سکول میں تخلیقی کاموں کی طرف توجہ نہ کی جائے، بچوں کو تخلیقی کام کرنے پر منع کیا جائے اور صرف کورس کی کتابوں پہ دھیان دیا جائے تو ایسے سکول میں بچے کی شخصیت دب کر رہ جاتی ہے جو کہ آئندہ زندگی میں احساسِ کمتری یا مجرمانہ ذہن کی طرف لے جاتی ہے۔

میڈیا:

آج کل کے دور میں میڈیا کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں اور جب بات ننھے منے بچوں کی ہو تو میڈیا کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ میڈیا میں آنے والے کریکٹرز چاہے ڈرامے ہوں یا کارٹون، بچوں کی شخصیت پر بہت حد تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچے جب میڈیا میں اِنوالو ہوتے ہیں تو اس کا اثر ان کی شخصیت پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ فحش اور گالم گلوچ والے پروگرام دیکھتے ہیں تو ان کی نقل اتارتے ہوئے گالیاں دینے لگتے ہیں۔ اسی طرح اگر بچے اسلامک اور اخلاق پر مبنی کریکٹر دیکھتے ہیں تو ان کی نقل میں اپنی شخصیت کو ویسا بنا لیتے ہیں۔ یہاں ماں باپ کی ذمے داری ہے کہ وہ بچوں کو میڈیا کے مضر اثرات سے دور رکھنے کے لیے بچوں کی ٹی وی یا کیبل کے سامنے نہ چھوڑیں۔

اس کے علاوہ بچوں کو اسلامک کارٹون دکھائیں۔ ہر کارٹون بچوں کو دکھانے سے پہلے خود ایک بار دیکھ لیں تاکہ کوئی غیر اخلاق بات ہو تو بچوں کو دکھائی ہی نہ جائے۔

معاشرہ:

اِنسانوں کی زندگی میں معاشرہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہر انسان جس ماحول میں رہتا ہے وہاں رہنے والے دیگر افراد سے میل ملاپ کرتا ہے۔ اسی میل ملاپ میں ہر انسان معاشرے سے کچھ نہ کچھ ساری زندگی سیکھتا رہتا ہے۔ بچوں میں چونکہ سیکھنے کی صلاحیت بڑے لوگوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے بچے اپنے ارد گرد رہنے والے افراد سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ بچوں میں اچھا برا پرکھنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے اس لیے ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے دوستوں اور ملنے جلنے والے لوگوں کے بارے میں آگاہ رہیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ بچہ اچھے لوگوں کے گھر کھیلنے جائے اور ایسے لوگ جن کی شہرت بری ہو ان سے ملنے سے بچوں کو نرمی سے سمجھا کر منع کر دیا جائے۔

خود کی شخصیت:

دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ بچے کی خود اپنی شخصیت بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے بہن بھائیوں کی طبیعتوں میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ اسی طرح سب کی پسند ناپسند مختلف ہوتی ہے۔ یہاں والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ بچوں کو ایک دوسرے کی شخصیت کے فرق کا احترام کرنا سکھائیں۔ نیز ہر بچے کی شخصیت کے مطابق دلچسپیاں مہیا کریں تاکہ بچہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق پروان چڑھ سکے۔ اس کے برعکس اگر ہم ہر بچے کی انفرادیت کی نفی کرتے ہوئے سب بچوں کو ایک جیسی دلچسپیاں اور محور دیں گے تو اس سے بچے کی طبیعت میں بغاوت کے جراثیم نشو نما پائیں گے۔

سنیے! آپ کا بچہ آپ سے کچھ کہہ رہا ہے۔

- جب میں کوئی اچھا کام کروں تو میری حوصلہ افزائی کریں اور مجھے انعام دیں۔
- جب مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو پلیز مجھ پر چیخیں چلائیں نہیں، نرمی سے مجھے میری غلطی بتائیں۔
- مجھے سب کے سامنے بُرا بھلا نہ کہیں، تنہائی میں مجھے سمجھائیں۔
- میرے سوالات جیسے بھی ہوں، ان کا نرمی سے جواب دیں، غصے نہ ہوں۔
- پڑھائی کے ساتھ ساتھ مجھے کھیل کود اور تفریح کا بھی موقع دیں۔
- مجھے سزا دیتے وقت یہ بتانا نہ بھولیں کہ سزا کیوں دی جا رہی ہے؟
- پلیز! مجھے گدھا، بے وقوف اور گندا بچہ کہہ کر نہ پکاریں۔

دینی مسائل

دارالافتاء

مولانا مفتی محمد حسین
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ تبلیغ القرآن

رئیس دارالافتاء جامعہ تبلیغ القرآن

عید میلاد النبی ﷺ منانا

سوال: ربیع الاول کے مہینے میں عید میلاد النبی ﷺ منانا، محفلیں سجانا اور بارہ ربیع الاول کے دن

کھیر وشربت وغیرہ تقسیم کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے۔

جواب:

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ اور اخلاقِ عالیہ کا تذکرہ ہر آن موجب اجر وثواب ہے۔ یہ کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں۔ ربیع الاول میں سیرت نبوی ﷺ کے تذکرہ سے اچھے اثرات کی توقع ہے تاہم صرف اسی مہینے کو خاص کرنا اور لازم سمجھنا خیر القرون سے ثابت نہیں۔ نیز آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں مختلف اقوال ہیں۔ بارہ، نو یا آٹھ ربیع الاول، اس میں راجح قول آٹھ ربیع الاول جبکہ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے تاہم مشہور قول بارہ ربیع الاول ہے۔ لہٰذا خطرہ ہے کہ یہ خوشی آپ ﷺ کی وفات پر اغیار کا ایک سوچا سمجھا سازش بھی ہو لہٰذا عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے جو کہ حرام ہے اس سے احتراز لازمی ہے۔

رہی بات کھیر وشربت کھانا وغیرہ تقسیم کرنا تو ایصال ثواب فی نفسہ اگرچہ جائز بلکہ مستحسن امر ہے جس کا ثواب کرنے والے اور میت دونوں کو پہنچتی ہے تاہم بارہ ربیع الاول کے اطعام میں کچھ ناجائز امور ہیں جن کے پیش نظر یہ جائز نہیں پہلا یہ کہ عوام اس کو نبی کریم ﷺ کے نام پر نذر ونیاز کی نیت سے کرتے ہیں جو کہ حرام ہے۔ اس کا کھانا، کھلانا اور پکانا تینوں حرام ہے۔ دوسری بات یہ کہ صرف بارہ ربیع الاول کو ہی خاص کرنا، نہ ایک دن پہلے نہ ایک دن بعد، یہ ایام کی تخصیص بھی شریعت میں حرام اور بدعت ہے۔ تاہم اگر صحیح العقیدہ لوگ مندرجہ بالا عقائد سے قطع نظر کوئی خیرات اتفاقاً اسی دن کریں تو مقتداء اور علمائے کرام کے لیے وہ خیرات نہیں کھانا چاہیے اگرچہ عوام کے لیے جائز ہو گا لیکن اس سے بھی چونکہ ایک بدعت کو تقویت ملتی ہے چنانچہ نہ کرنا بہتر ہے۔

والدلیل علی ذالک: ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذالک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر ربیع الاول من مولد، وقد احتوی علی بدع ومحرمات۔ [المدخل لابن محمد العبدری المالکی: ۲/۲۲۹]

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا تخصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام۔ [الصحیح المسلم]

النذر عبادة والعبادة لغیر اللّٰه کفر۔ [بحر الرائق]

ماہ صفر میں بدشگونی اور چُوری وغیرہ تقسیم کرنا

سوال: ماہ صفر میں بدشگونی اور چوری وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: اسلام میں بدفالی اور بدشگونی ناجائز اور حرام ہے خصوصاً کسی وقت، زمانے یا مہینے وغیرہ کے ساتھ بدفالی پکڑنا جائز نہیں کیونکہ وقت اور زمانے کی عظمت پر اللہ نے قرآن میں کئی بار قسم کھائی ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ لا تسبّوا الدھر "زمانے کو بُرا مت کہو"۔ لہٰذا ماہ صفر کو منحوس سمجھنا یا اس میں کوئی کام کرنے کو بُرا سمجھنا حرام ہے۔ رہی بات اس مہینے میں چوری کی رسم منانا کہ عورتیں میٹھی روٹی پکا کر ریزہ ریزہ کر کے لوگوں میں تقسیم کرتی ہیں اس خیال سے کہ ازواج مطہراتؓ یا سیدہ فاطمہؓ نے نبی کریم ﷺ کی بیماری سے صحت یابی کے لیے بطور صدقہ چُوری تقسیم کی تھی یہ بے بنیاد اور من گھڑت واقعہ ہے کسی صحیح سند سے کسی روایت میں ثابت نہیں۔ لہٰذا ثواب کی نیت سے صرف اسی مہینے میں چُوری کرنا بدعت ہے۔

والدلیل علی ذالک: قال النبی ﷺ الطیرۃ شرک۔ [ترمذی]

اعلم انہ لیس شیئ اضر بالرائی ولا افسد للتدبیر من اعتقاد الطیرۃ۔

[ادب الدین والدنیا:۳۷۶]

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال النبی ﷺ! من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔

[بخاری:۱/ ۳۸۱]

غافل اولاد کو راہ راست پر لانے کا وظیفہ

جو شخص سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہو یا برے افعال میں پڑ گیا ہو یا اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا ہو تو یہ آیت روزانہ 101 مرتبہ پانی پر دم کر کے اسے پلائی جائے۔

وَاَھْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی

جوئے کی ممانعت اور اس کی جدید شکلیں

مفتی ارشاد احمد

اسلام میں معیشت کے متعلق احکامات میں سے ایک اہم حکم جوئے کی ممانعت ہے۔ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! بلاشبہ شراب، جوا، بتوں پر چڑھائے جانے والے چڑھاوے اور فال کے نکالے جانے والے تیر، سب گندی باتیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔" [المائدہ:۹۰]

آگے بڑھتے ہوئے شریعت کا یہ اصول ذہن میں رکھیں کہ مبہم اور غیر یقینی کی کیفیت رکھنے والے مالی معاملات اور لین دین کو شریعت کی اصطلاح میں "غرر" یعنی غیر یقینی کیفیت ایک حد مقررہ سے زائد ہو، وہ معاملہ شرعاً ناجائز اور "اَکْلُ بالباطل" یعنی دوسروں کا مال ناحق طریقے سے کھانے کا ایک طریقہ تصور کیا جاتا ہے۔ تو جوئے میں بھی چونکہ غیر یقینی صورت حال کو اہم تدبیر کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے کا مال ہتھیانے کی کوشش کی جاتی ہے، جس میں فریقین میں سے ایک کامیاب اور دوسرا ناکام ہو جاتا ہے، سو اسے شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔

جو ایک تفریحی سرگرمی اور دوسرے کا مال بٹورنے کا ایک ایسا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جو کاروباری سرگرمیوں کے بجائے کھیل کود اور تفریح کا حصہ معلوم ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ جوئے کا یہ صرف ایک پہلو ہے، آج کے دور کی جوئے کی نئی نئی شکلیں وجود میں آچکی ہیں، جو بظاہر تفریح کا ایک حصہ یا کاروبار کا ایک طریقہ سمجھی جاتی ہیں، مگر حقیقتاً وہاں جوئے کو ایک نئی شکل میں پیش کیا جارہا ہوتا ہے۔ مستقبل کا علم انسان کی بساط سے باہر ہے اور ایک انسان مستقبل کے بارے میں صرف اندازہ ہی لگا سکتا ہے، اس لیے ہر وہ لین دین کا طریقہ جو مستقبل میں ہونے والے کسی معاملے پر موقوف ہو، اس میں شریعت نے احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے۔ جب تمام قابل وضاحت باتیں فریقین کے سامنے واضح نہ ہوں، ایسا لین دین کرنا ممنوع ہے۔

جو در حقیقت ایسے "لین دین" کو کہتے ہیں، جس میں فریقین میں سے کسی ایک کا نفع اور دوسرے کا نقصان یقینی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر دو آدمی آپس میں یہ طے کرتے ہیں کہ اگر پاکستان کرکٹ کا فلاں مقابلہ جیت گیا تو میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گا اور اگر ہار گیا تو تم مجھے دس ہزار روپے دوگے، تو یہ معاملہ طے ہوتے وقت یہ بات یقینی ہے کہ دونوں میں کوئی ایک نفع میں رہے گا اور دوسرا نقصان اٹھائے گا، چنانچہ یہ معاملہ شرعاً "جوّے" کی تعریف کے تحت داخل ہے اور ناجائز ہے۔

شریعت کی رائے میں جب دو افراد کوئی معاملہ کرتے ہیں اور دونوں اس معاملے میں کسی طرح کا فائدہ اٹھانے کی توقع کرتے ہیں تو یہ معاملہ شرعاً لین دین کا جائز طریقہ کہلائے گا۔ خواہ بعد میں ایک کا کسی وجہ سے نقصان بھی ہو جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کسی کپڑے کے تاجر سے اپنی دکان کے لیے کچھ کپڑا خریدتا ہے، اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں کپڑا اپنی دکان سے فروخت کر کے نفع کماؤں گا، تاہم اس بات کا امکان رہتا ہے کہ اسے آگے کپڑا بیچنے میں نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا یا خدانخواستہ اس کے پاس موجود کپڑا کسی طرح ضائع ہو جائے، لہٰذا یہ صورت درست اور شریعت کی نگاہ میں دولت کے کمانے کا ایک جائز طریقہ قرار پاتا ہے۔

جوّے میں درحقیقت ایک شخص مستقبل کی غیر یقینی صورت حال کا فائدہ اٹھا کر ایک موقع استعمال کرنا چاہتا ہے، جس کے ذریعے وہ سامنے والے سے کچھ مال و دولت کا حصول کر سکتا ہے۔ اس عمل کو Game of Chance یعنی موقع ڈھونڈنے کی کوشش بھی کہا جاتا ہے۔ مغربی دنیا نے جب اپنے تمام معیشت، سیاست اور معاشرت کے نظاموں کو عقلِ محض کی روشنی میں تشکیل دیا تو جوئے کی بعض شکلیں کاروبار کا حصہ بنا دی گئیں۔ لاٹری کا طریقہ جس میں بہت سے لوگ تھوڑی تھوڑی رقم اس لیے ملاتے ہیں تاکہ انعام کے طور پر ان کو اپنی رقم سے کئی سو گنا بڑی رقم مل سکے۔ یہ جوئے کی وہ شکل ہے، جسے ایک باقاعدہ معاشی سرگرمی کے طور پر مغربی معاشرے کے نظام معیشت کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

جوئے کو باقاعدہ ادارہ جاتی شکل دینے کے نتیجے میں مغربی دنیا میں باقاعدہ اس کو ایک فن کے طور پر پڑھنے کی کوشش کی گئیں اور اس سلسلے میں بعض علوم کو بہت ترقی دی گئی تاکہ جوئے کے عمل میں ہر فریق اپنے لیے جیتنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کر سکے۔ جوئے کو کاروباری سرگرمی کے طور پر رواج دینے کا ایک نتیجہ ان پروڈکٹس کی شکل میں سامنے آیا، جو مالیاتی اداروں میں رائج ہیں۔ مستقبل کے سودے، مالیاتی مشتقات (Derivatives) اور اختیارات (Option) کی وہ بہت سی اقسام، جو مالیاتی نظام کا حصہ ہیں، شرعاً مستقبل کے عنصر کو دولت کے پیدا کرنے کا موقع بنا کر استعمال کرنے کی تعریف میں داخل ہیں اور ناجائز ہیں۔

شریعت نے لین دین کے طریقوں میں تجارت، کرائے داری اور شراکت داری کو درست قرار دیا

ہے۔ ان میں تجارت ہی کو لے لیں، اس میں ایسے تمام پہلو، جو انسان کے لیے بیان کرنا ممکن ہو۔ انہیں بیان کرنا لازم قرار دیا اور وہ امور جو انسانی بساط سے باہر ہیں، انہیں بیان کرنے کو لازمی قرار نہیں دیا۔ گویا مستقبل کے عنصر کو اس حد تک قبول کیا، جو حیاتِ انسانی کے لیے ناگزیر تھا۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ امور جن کی وضاحت انسانی بساط سے باہر ہے، انہیں کسی معاملے میں بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے، کیوں کہ ایسا معاملات میں لازماً کسی ایک فریق کا نقصان اور دوسرے کا نفع یقینی ہوتا ہے۔ فقہائے کرام نے اسی وجہ سے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ میں آپ کو یہ گاڑی فروخت کرتا ہوں اور اس شرط کے ساتھ کہ مستقبل میں اسے حادثہ پیش نہیں آئے گا اور اگر حادثہ پیش آگیا تو میں ذمے دار ہوں گا، تو ایسا معاملہ کرنا ناجائز ہے۔

جوئے کی چند ان صورتوں کا تو میں نے ذکر کر چکا ہوں جو مالیاتی معاملات میں جاری ہیں۔ یہاں چند مزید صورتوں کا بالخصوص تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے معاشرے میں رائج ہیں اور ہم ان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔

ایک صورت جوئے کی یہ ہوتی ہے کہ کچھ لوگ آپس میں رقم ملائیں اور یہ طے کرلیں کہ اگر فلاں واقعہ ہوگیا تو آدھے لوگوں کو یہ ساری رقم دے دی جائے گی اور اگر واقعہ نہیں ہوا تو بقیہ لوگ اس رقم کے حق دار ہوں گے، مثلاً: دس آدمیوں نے سو روپے فی کس رقم ملائی اور پانچ افراد کے دو گروپ بن گئے اور یہ طے کیا کہ اگر پاکستان فلاں مقابلہ جیت گیا تو ایک ہزار روپے گروپ نمبر ایک کو ملیں گے اور اگر ہار گیا تو ایک ہزار روپے گروپ نمبر دو کو مل جائیں گے۔ یہ معاملہ جوا ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔

ایک صورت جو آج کل بہت عام ہے، وہ یہ کہ مختلف موبائل فون کمپنیاں اس طرح کا مقابلہ کراتی ہیں کہ وہ اپنے صارفین سے دو یا تین سوالوں کے جواب پوچھتی ہیں اور صارفین کو ان کا جواب کسی نمبر پر ایس ایم ایس کے ذریعے بھیجنا ہوتا ہے۔ جواب بھیجنے والے کے اکاؤنٹ سے کچھ رقم بھی کاٹ لی جاتی ہے، مثلاً: 20 یا 50 روپے اور دو یا تین لوگوں کو انعام میں کوئی چیز مثلاً کوئی اچھے قسم کا موبائل سیٹ دے دیا جاتا ہے اور باقی تمام لوگوں کی رقم ڈوب جاتی ہے۔ یہ طریقہ بھی شرعاً جوئے کی حد میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔

پرائز بونڈ کی پرچیاں پہلے فروخت کی جاتی تھیں جو اگرچہ قانوناً ممنوع طریقہ ہے، مگر آج بھی کسی نہ کسی

درجے میں یہ کام جاری ہے۔ یہ طریقہ بھی شرعاً جوئے کی تعریف میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔

ہر وہ انعامی اسکیم جس میں بہت سے لوگوں سے پیسے لے کر دو چار لوگوں کو انعام کے طور پر ایک رقم دے دی جائے اور باقی لوگوں کے پیسے ڈوب جائیں۔ ایسی انعام اسکیم جوئے کی تعریف کے تحت داخل ہے اور ناجائز ہے۔

بعض دفعہ تفریحی سرگرمی کے طور پر ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ ٹکٹ لگا کر لوگوں کو کسی چیز کو نشانہ بنانے کو کہا جاتا ہے، اگر وہ شخص درست نشانہ لگالے تو اسے انعام ملتا ہے ورنہ وہ اپنی رقم سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنا بھی شرعاً ناجائز اور جوئے کی تعریف میں داخل ہے۔

بعض بڑے شاپنگ مال کا یہ طریقہ رائج ہے کہ آنے والا شخص ٹوکن لے کر ایک مشین میں ڈالتا ہے اور اس مشین کے اندر موجود ٹافیاں یا کھلونے اٹھانے کے لیے بٹن دباتا ہے، بسا اوقات کچھ نہیں نکلتا اور رقم ڈوب جاتی ہے اور بسا اوقات جتنے پیسے کا ٹوکن ڈالا، اس سے کئی گناہ زیادہ کی چیز نکل جاتی ہے۔ یہ طریقہ کار بھی شرعاً جوا ہے اور درست نہیں ہے۔

مستقبل میں ہونے والے کسی بھی ایسے کام سے کسی مالی معاملے کو مشروط کرنا جو کام فریقین کے دائرہ اختیار سے باہر ہو، ایسا طرز عمل جوئے کی حد میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔

ہم نے اختصار کے ساتھ چند ان صورتوں کا ذکر کیا ہے جو ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر رائج ہیں اور ہماری معاشی اور معاشرتی زندگی کا حصہ ہیں، ہمیں ایسی چیزوں کے بارے میں معلوم تک نہیں ہے اور ہم انہیں بلا تکلف انجام دیتے رہتے ہیں، مگر شرعاً یہ چیزیں ممنوع ہیں اور ''اَکَلُ بالباطل'' یعنی دولت کے ناجائز طریقے سے کمانے کی تعریف کے تحت آتے ہیں اور ان کے چھوڑنے کا حکم ہمیں شریعت بڑی تاکید سے دیتی ہے، چنانچہ ہمیں ان سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔

حالات حاضرہ

سامراج کے ہتھکنڈے

محمد ندیم
متعلم جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جہاں عقل کی دہلیز انتہاء کو پہنچ جاتی ہے، وہیں سے وحی کی ادراک کا سفر شروع ہوتا ہے، اسی وجہ سے وحی کو "قول ثقیل" کہا گیا ہے۔ اِسی قول ثقیل کے تحمل و برداشت اور ابلاغ عامہ کی تمام تر ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی بندوں میں سے برگزیدہ اشخاص کو منتخب کیا، جنہیں "انبیاء" کہا جاتا ہے۔ انہیں ہستیوں میں سے ایک حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نکاح میں چار بیویاں تھیں، جن میں سے "لیاہ" نامی بیوی سے "یہوداہ" نامی اولاد پیدا ہوئی، اور اسی کی طرف یہودی قوم کی نسبت کی جاتی ہے۔ یہودی قوم ایک انتہائی چالاک، دھوکے باز، مکّار اور منصوبہ ساز قوم ہے لیکن ان تمام کے ساتھ انتہائی پست اور ذلیل بھی ہے۔ ان کی مکاری اور اسلام دشمنی کو قرآن کریم نے جابجا آشکارہ کر دیا ہے تاکہ مسلمان متنبہ اور ہوشیار رہیں۔ یہودی قوم کا سب سے بڑا ایجنڈا تمام دنیا پر خدائی نظام کی مانند اپنا نظام تشکیل دینا ہے، جس کے تحت تمام مخلوق خالق کائنات کی غلامی کا قلادہ اتار کر ان کی غلامی کا طوق زیب تن کر لیں۔ امت مسلمہ میں حالیہ انتشار، عدم اتحاد و اتفاق اور دہشت گردی اس کی زندہ مثال ہے۔ اس نظام کو تشکیل دیئے بغیر ان کی زندگی کا مقصد ادھورا رہ جائے گا۔ مقصد تک پہنچنے کے لیے اِنہوں نے کئی سو سالوں کی منصوبہ بندی کی ہوئی ہے۔ ان کی Strategy اور Planning کا اندازہ آپ اس بات سے بآسانی کر سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں چار سو لوگ ہیں جنہیں ارب پتی کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس اربوں ڈالر ہیں۔ ان میں سے ایک سو نوّے امریکی ہیں جن میں سے ایک سو پینتالیس یہودی ہیں۔ یہ لوگ امریکہ کے بزنس پر چھائے ہوئے ہیں اور تمام دنیا کی معیشت کو اپنے قبضہ میں کرنے کے ادھورے خواب کو پورا کر رہے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت امریکہ روزانہ کے حساب سے تیل کے ایک کروڑ پینتیس لاکھ ساٹھ ہزار نوّے بیرل استعمال کر رہا ہے۔ جبکہ ٹیکساس امریکی تیل کا دار لحکومت کے پاس اس کا دس فیصد بھی موجود نہیں۔ امریکہ اس وقت تیل کا سب سے بڑا درآمد کنندہ ہے۔ لیکن آخر کب تک اس کو دوسرے ممالک کے معدنی ذخائر کا محتاج رہنا پڑے گا۔ اسی سلسلے میں یہودی لابی نے امریکہ کے تیل کی بڑی بڑی کمپنیوں کے سربراہان کو واشنگٹن میں جمع کیا اور ان کے سامنے خلائی اسٹیشنوں سے کھینچی تصاویر رکھیں اور انکشاف کیا کہ دنیا میں چار ایسے ملک موجود ہیں جن کی زمین کے نیچے سعودی عرب سے دگنا تیل چھپا ہے۔

سر کردہ شخص نے کھڑے ہو کر اپنی چھڑی دنیا کے نقشے پر رکھی اور آذربائیجان، قازقستان، ترکمانستان اور ازبکستان پر دائرہ سا بنا کر بولا: "ان چار ملکوں کے نیچے پانچ کھرب ڈالر کا تیل اور گیس پوشیدہ ہے۔ اور آنے والے دو دہائیوں میں دنیا کا بادشاہ وہی ہو گا جس کے قبضے میں تیل کے دریا ہوں گے۔ اور میں ان پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔

معدنی ذخائر کے حصول کا یہ منصوبہ 1973ء کے بعد سے شروع ہوا تھا۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ عالمی طاقت روس کے ساتھ دس سال تک خون ریز اور ناقابل شکست جنگ لڑنے اور آخر کار روس کا خود کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھتا ہوا واپس ہونا کوئی آسان مقابلہ نہ تھا، افغانستان کے لیے اس مقابلے کو امریکی حمایت و امداد نے مزید آسان تر بنا دیا تھا، روس کو شکست دینے میں یورپی اصطلاح "طالبان" کی سب سے بڑی حمایتی قوت امریکہ ہی رہی تھی اور تمام تر جنگی ساز سامان کو اپنی مقصد کے لیے طالبان کی حمایت کے لیے افغانستان سپلائی کیا جاتا رہا۔ ایک طرف امریکہ کے جنگی ساز و سامان اور ایجادات کی نمائش اور سیل ہوتی رہی جبکہ دوسری طرف وہ اپنے مقصد کے قریب تر ہوتے رہیں۔ چنانچہ فروری 1999ء میں ایک امریکی کمپنی "انرون" نے "بھی بکسئیل کارپوریشن" اور "جنرل الیکٹرک کیپٹل سروسز" نامی دو کمپنیوں کے ساتھ مل کر ترکمانستان میں اڑھائی بلین ڈالر سے ایک پائپ لائن بچھانے کا معاہدہ کر لیا۔ معاہدہ طے ہونے کے بعد پتہ چلا کہ سنٹرل ایشاء کے تیل کو یورپ اور امریکا پہنچانے کے تین راستے ہیں: (۱) ایک ترکمانستان، قازقستان، ازبکستان اور آذربائیجان سے روس اور روس سے یورپ۔ (۲) دوسرا ان چار ممالک سے ایران، ایران سے بحیرہ عرب اور وہاں سے یورپ اور امریکا اور (۳) تیسرا ان چار ممالک سے افغانستان، افغانستان سے پاکستان، بھارت اور وہاں سے بحیرہ ہند سے یورپ اور امریکا۔

پہلا آپشن شروع ہی میں ختم ہو گیا، کیونکہ رُوس نے پائپ لائن گزارنے کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ دوسرا آپشن اس لیے ممکن نہیں تھا کہ امریکا ایران پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ رہ گیا تیسرا آپشن تو یہ کسی حد تک ممکن نظر آ رہا تھا، لیکن اس کے راستے میں افغانستان اور اس سے بھی بڑھ کر طالبان حکومت مزاحم تھی۔

امریکی آئل کمپنیوں کے ارباب بست و کشاد کا خیال تھا جب تک افغانستان میں امارت اسلامی موجود ہے افغانستان سے پائپ لائن گزارنا خطرے سے خالی نہیں ہو گا، چنانچہ ان کمپنیوں نے طالبان کا "کانٹا" ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اب ان لوگوں نے اُسامہ بن لادن کا ڈونگ رچا کر اور طالبان میں اپنے مہروں کے ذریعے طالبان حکومت کے خلاف کاروائیاں شروع کر دیں۔ طالبان کے خلاف اشتہاری مہم شروع کی گئی۔ امریکی میڈیا کو خرید کر طالبان کے خلاف ٹیلی ویژن، اخبارات اور عوامی اجتماعات میں پروپیگنڈا مہم کی گئی۔ طالبان حکومت کے چھوٹے چھوٹے معاملات، معمولی معمولی اسلامی سزاؤں کو ہوّا بنا کر دکھایا گیا۔ خواتین کی تعلیم، پردے کی پابندی، اور اس جیسی تمام کاروائیوں کی تشہیر کی گئی۔ ان تمام کاروائیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ امریکی معاشرے اور یورپ میں طالبان کے خلاف ایک نفرت کی فضا قائم ہو گئی۔ عوام طالبان سے خوفزدہ ہو گئے، پھر ایک سسٹم کے تحت امریکا کے اندر اس قسم کی آوازیں اٹھائی جانے لگیں: طالبان کو سبق سکھایا جائے، طالبان کو ختم کرایا جائے، اُسامہ بن لادن کو گرفتار کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ایک پروپیگنڈے کے نتیجے میں طالبان اور اُسامہ بن لادن دنیا کا سب سے بڑا ایشو بن گئے۔

یہودی کمیونٹی اس صورتِ حال پر پوری طرح نظر رکھے ہوئے تھے جبکہ طالبان حکومت کے بعض لوگ اس مہم کے پیچھے چھپے عزائم سے واقف ہو گئے تھے، اسی لیے وہ امارت اسلامی کے سرکردہ لوگ "لیلی ہیلمز" امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے اور تعلقات عامہ کی ماہر خاتون کے ذریعے گفتگو اور مذاکرات کے لیے تیار ہو گئے، لہٰذا مارچ 2001ء کو طالبان حکومت کے مشیر سید رحمت اللہ ہاشمی پانچ روزہ دورے پر واشنگٹن گئے، جہاں ان کی امریکا کے ارباب بست و کشاد سے ملاقات ہوئی۔ امریکی نمائندوں نے جناب ہاشمی صاحب کے سامنے صلح کی صرف ایک شرط رکھی "افغانستان میں ایک لبرل اور ماڈریٹ حکومت" اور اگر طالبان یہ آفر قبول کر لیں تو انہیں سونے کا قالین دیا جائے گا ورنہ انہیں بموں کے کارپٹ میں دفن کر دیا جائے گا۔ "اجڈ" طالبان کے مقابلے میں مہذب امریکا کی اس ہٹ دھرمی پر ہاشمی صاحب واپس لوٹ آئے اور طالبان نے اسلام کی قیمت پر کوئی سمجھوتہ قبول نہ کیا۔

ابھی وقت کی سوئیاں چیونٹی کی رفتار سے چل رہی تھیں۔ گیارہ ستمبر 2001ء کی صبح طلوع ہوئی۔ امریکا کے ہوائی اڈوں سے چار طیارے اڑے۔ دو طیاروں نے نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کو نشانہ بنایا، ایک

پینٹا گون پر گرا، چوتھا وائٹ ہاوس کی طرف بڑھا، لیکن راستے ہی میں گرا دیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ہی ملک میں اپنے ہی عالمی تجارتی مرکز کو نشانہ بنانا کہاں کی عقلمندی ہے، تو یاد رکھیے کہ یہودی کمیونٹی کی کوئی اپنی جگہ نہیں جب تک کہ اُن کے عالمی نظام کا مقصد پورا نہ ہو جائے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو نشانہ اس لیے بھی بنایا گیا کہ جب صدر بش کی حکومت وجود میں آئی تو سینٹ کے ارکان میں سے اُن تمام ارکان کو جو یہودی النسل تھے سینٹ کے اجلاس سے نکال دیا گیا۔ اسی واقعے کو آڑ بنا کے یہودی لابی نے امریکہ میں موجود صدر بش کی حکومت کو متزلزل کر دیا اور پھر اس کے بعد امریکا کی آئل کمپنیاں دنیا کے ۵ کھرب ڈالر کے ذخیروں پر آبیٹھیں۔ یوں بش خاندان کے پیچھے یہودی لابی نے جو خواب 1973ء کی ایک روشن صبح آسٹن میں اپنے گھر کے لان میں بیٹھ کر دیکھا تھا، وہ خواب 2002ء طلوع ہوتے ہی تعمیر کے دروازے پر دستک دینے لگا۔

حالیہ بدی کا مربع یعنی چار ممالک (امریکہ، ایران، بھارت اور موجودہ افغانستان حکومت) کے گرما گرم تعلقات بھی اسی منصوبہ بندی کا پیش خیمہ ہے۔ یہ تازہ تازہ اور گرما گرم تعلقات صرف اور صرف پاکستان مخالف میں ہیں اور ان تعلقات کا مائیں باپ جب تک چاہے گا بھارت اور افغانستان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متحد رہیں گے اور جس دن افغانیوں کا اندر کا افغان باہر آئے گا اس دن بھارت کے بھی چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ اصل میں یہ سارا کھیل امریکہ آشیر باد سے جاری ہے۔ بھارت کا افغانستان میں طویل قیام کے لیے یہ عالمی سامراج کا منصوبہ ہے اور اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ پاکستان کے خلاف گھیرا تنگ کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ بھارت، ایران اور افغانستان تینوں مل کر پاکستان کے اقتصادی کوری ڈور منصوبے اور گوادر پورٹ کو ناکام بنانے میں مصروف کار ہیں۔ یہ تینوں مل کر ایرانی چاہ بہار بندر گاہ کو زیادہ متحرک کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت پیسہ لگائے گا، ایران ریلوے ٹریک بچھانے کی اجازت دے گا اور افغانستان بھی بھارت کو زمینی راستہ دے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا کے نقشے پر دیگر اسلامی اور پاکستان سے چند گنا ترقی یافتہ ممالک بھی تو موجود ہیں پھر آخر پاکستان ہی کے گرد کیوں گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے پاکستان کی معیشت کو کیوں تباہ کیا جا رہا ہے، پاکستان کے نوجوانوں کو کیوں سیکولر بنایا جا رہا ہے، پاکستان کی نظام تعلیم کو کیوں کمزور سے کمزور تر بنایا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے صرف پاکستان ہی پر گھیرا تنگ نہیں کیا جا رہا بلکہ تمام مسلمان ممالک میں حالات کی کشیدگی کو عمل میں لایا جا رہا ہے لیکن خاص طور پر عالمی سامراج اور

استعماری قوتیں پاکستان ہی سے کیوں بر سر پیکار ہیں، کیونکہ پاکستان وہ واحد ملک ہے جو ایک نظریے کی بنیاد پر آزاد ہوا اور یہ نظریہ سامراج کے غول بیابانی کو پیوند خاک کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اسی لیے پاکستان اُن کی آنکھ میں چبھتا کانٹا ہے۔ مزید بر آں 1967ء کی جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی، جس کا جشن یہودیوں نے فرانس میں منایا اور ایک تقریب میں اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے صاف صاف اعلان کیا کہ "ہماری اصل جنگ عربوں سے نہیں ہیں پاکستان سے ہے اور پاکستان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔

لیکن ابھی اس زمین کے سارے فیصلے یہود اور امریکہ کے ہاتھ میں منتقل نہیں ہوئے، ابھی اس کائنات کا خدا موجود ہے، وہ خدا جس کی سلطنت اور جس کے اختیار کی کوئی حد نہیں، جسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی تھکاوٹ ہوتی ہے اور جس کے سامنے نمرود ہو یا فرعون، سب خدائیاں بے بس ہیں، جس نے مسلمانوں کے ساتھ خلافت اسلامیہ کا وعدہ کیا ہے، جس نے مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدلنے کی ٹھان رکھی ہے، لہذا اس خدا کے فیصلے کا انتظار کیجئے، جس کا فرمانا ہے: بے شک اللہ عظیم ہے۔

روزمرہ کے استعمال کے مسنون کلمات

(1) کسی کام کا ارادہ کرتے ہوئے "ان شاء اللہ" (2) ارادہ کرنے کے بعد "توکلت علی اللہ" (3) کام شروع کرتے وقت "بسم اللہ" (4) کسی نعمت کو دیکھ کر "ماشاء اللہ" (5) نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے "الحمد للہ" (6) انسان کا شکر ادا کرتے ہوئے "جزاک اللہ خیرا" (7) مصیبت کے وقت "حسبی اللہ" (8) اوپر چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" (9) نیچے اترتے ہوئے "سبحان اللہ" (10) ملاقات کے وقت "السلام علیکم" (11) گناہ ہو جائے تو "استغفر اللہ" (12) جانی یا مالی نقصان پر "انا للہ وانا الیہ

فکر ودانش

ادارہ

اسلام نے لین دین کو لکھنے، حساب کتاب رکھنے اور مال کو محفوظ کرنے کی ترغیب کیوں دی۔ عیسائیت، یہودیت اور ہندومت کے بالکل برعکس مال کو سنبھالنے کا حکم دیا۔ سیدنا سعدؓ کو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اپنے ورثا کو غربت کے عالم میں بھیک مانگتا چھوڑ کر جاؤ، اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ انہیں مالدار بنا کر جاؤ"۔ ایک بار فرمایا: "مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا، جتنا ابو بکر صدیقؓ کے مال نے پہنچایا"۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ مال برا نہیں، اس کا استعمال اچھا یا برا ہو سکتا ہے۔ سیدنا انسؓ کے لئے دعا فرمائی تو آپ کے الفاظ تھے: اے خدایا! اسے زیادہ مال و دولت دے اور اولاد عطا کر۔ پھر ان میں برکت بھی ڈال دے۔ سیدنا کعبؓ عرض گزار ہوئے: اے اللہ کے نبی ﷺ میں توبہ کے طور پر اپنا مال اللہ اور رسول کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے سن کر فرمایا: کچھ مال اپنے پاس رکھو، یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

سب سے بڑے تابع سعید بن مسیبؒ نے اس مسئلے کو بہت واضح الفاظ میں بیان کیا: "جو شخص مال کی طلب نہیں کرتا، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اس مال سے وہ اپنا قرض بھی ادا کر سکتا ہے اور اپنی عزت کی حفاظت بھی کر سکتا ہے جب وہ انتقال کرے گا، تو ورثاء کے لئے چھوڑ جائے گا"۔ ابن الجوزی نے بات ہی ختم کر دی۔ فرمایا: اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ جب مقصد اچھا ہو، تو پیسہ کمانا اور جمع کرنا ہی بہتر ہے۔ سفیان ثوریؒ سے کون واقف نہیں۔ وہ فرماتے تھے: اس دور میں مال اسلحہ بن چکا ہے۔ اسلاف مشکل وقت اور غریبوں کی مدد کے لئے مال جمع کرتے تھے۔ امام قرطبیؒ نے تو یہ تک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دولت کو بچانے کے لئے لڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کو بچاتے ہوئے مارا گیا، وہ بھی شہید ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دولت کوئی گناہ نہیں۔ البتہ دولت کو دل میں بسا لینا گناہ ہے۔ دولت کمانا گناہ نہیں، مگر ناجائز طریقے سے کمانا ضرور غلط ہے۔ دولت جمع کرنا ناجائز نہیں، بلکہ اسے گنتے رہنا اور ایک ایک روپے کی خاطر ہلکان ہونا برا ہے۔ جو دولت صلہ رحمی، غریبوں کی مدد اور دین کے تقاضے پورے کرنے میں مدد کے بجائے رکاوٹ بنے، وہ بے شک بری ہے۔

اخبار واحوال

جامعہ وملحقہ شعبہ جات کے معمولات وسرگرمیاں

ذیشان عابد

جامعہ تبلیغ القرآن

اصول تحقیق کورس:

- 21 ستمبر جامعہ کے زیرِ انتظام "اصول تحقیق سرٹیفکیٹ کورس" کا افتتاح ہوا جس میں صوبائی ناظم وفاق المدارس العربیہ مولانا حسین احمد صاحب نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کرکے افتتاحی بیان کیا۔ جبکہ اس موقع پر کورس انسٹرکٹر ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف صاحب، جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اور کورس کوارڈنیٹر جناب فیاض علی صاحب بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر سراج الاسلام صاحب نے کورس کی کلاسوں کا باقاعدہ آغاز کرکے شرکاء کورس کو مستفید کیا۔ کورس کی کلاس ہر ہفتہ بدھ کے دن 2:30 بعد از ظہر پڑھائی جائے گی جبکہ کل 7 کلاسوں پر مشتمل یہ کورس 9 نومبر سے پہلے اختتام پذیر ہوگا۔

ہفتہ وار سیرت کلاس:

- یکم اکتوبر بروز ہفتہ، رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے ہفتہ وار "سیرت النبی ﷺ" کے موضوع پر عوام الناس اور طلباء کے لیے سلسلہ وار سیرت بیانات کا مفید سلسلہ شروع کیا۔ جس میں نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کے تمام پہلوؤں پر ہر ہفتہ بعد از نماز مغرب مفصل بیان ہوگا۔

ماہانہ درس قرآن:

- حضرت مفتی صاحب کا ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے جس میں پشاور کے ارد گرد سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہوتے رہتے ہیں۔ مشورہ کے مطابق اسی درس کے دوران ماہانہ سلسلہ یہ شروع ہوا کہ مہینہ دو بعد درس کے لیے باہر سے کسی عالم کو مدعو کیا جائے گا جس سے ہفتہ وار درس میں تازگی پیدا ہوگی۔ اس سلسلے کا پہلا ماہانہ درس 26 اکتوبر کو بعد نماز عشاء منعقد ہوا۔ باہر سے آنے والے مہمان عالم دین مولانا محمد

اسماعیل صاحب مدیر تفہیم دین اکیڈمی حیات آباد تشریف لائے تھے۔ درس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

متفرق سرگرمیاں

جامعہ میں مہمانوں کی آمد:

- 24 ستمبر بروز ہفتہ رئیس جامعہ سے ملاقات کے لئے چارسدہ سے جناب امجد علی شاہ صاحب، حاجی ہارون صاحب اور دیگر مہمانانِ گرامی جامعہ تشریف لائے۔
- 22 اکتوبر کو مولانا شمس الہادی اور جناب محمد فیاض ناظم صاحب جامعہ تشریف لائے تھے اور پنج پیر اجتماع کے بارے میں مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔
- 22 اکتوبر کو ئٹہ چمن سے مفتی نجیب اللہ اور ساتھی جامعہ تشریف لائے تھے۔ مفتی صاحب اور امیر صاحب سے نشست ہوئی۔
- 24 اکتوبر کو جناب مولانا مومن گل صاحب اور اُن کے صاحب زادہ نور اللہ صاحب جامعہ تشریف لائے حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب سے ملاقات ہوئی اور پنج پیر اجتماع کے حوالے سے بعض انتظامی امور سپرد کئے۔
- 26 اکتوبر کو وزیر معدنیات اور حلقہ M.P.Apk-1, جناب ضیاء اللہ آفریدی صاحب حضرت مفتی صاحب کی ملاقات کے لیے جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کے ذیلی مختلف اداروں اور شعبہ جات کا وزٹ کیا، جامعہ کے وقت کے تقاضوں کے مطابق ہمہ جہت خدمات کو سراہا۔

مختلف پروگرامات میں شرکت:

- 3 اکتوبر بروز پیر، رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب، مولانا مجاہد خان، وزیر موسیٰ صاحب اور دیگر ساتھیوں نے مدرسہ بنات وزیر کالونی میں منعقد ختم قرآن کے سلسلے میں شرکت کی حضرت مفتی صاحب نے ختم اور دعا کیا۔
- 20 ستمبر بروز منگل جناب عبد الرحمٰن (امیر انجمن طلبہ) کی دعوت پر فقیر کلے نوشہرہ بنات مدرسہ میں ختم قرآن پروگرام کے لیے حضرت مفتی صاحب بمع ساتھیوں وزیر موسیٰ اور سید ذیشان جان کے ہمراہ گئے وہاں پر حضرت مفتی صاحب اور مولانا شمس الہادی صاحب کا بیان ہوا۔

- 23 ستمبر بروز جمعہ رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے مدرسہ بنات مسلم کالونی میں ختمِ قرآن کے سلسلے میں منعقد پروگرام میں شرکت کی۔
- 10 ستمبر بروز ہفتہ بعد از ظہر مدرسہ تحفیظ القرآن سرکی چارسدہ میں دستار بندی پروگرام میں رئیس جامعہ، مولانا لقمان احمد اور جناب حافظ فیاض علی صاحب نے شرکت کی۔ حضرت مفتی صاحب نے بیان کیا۔
- 10 ستمبر نمازِ مغرب کے بعد ورسک روڈ میں تقریب ختم قرآن کے سلسلے میں جامعہ کی جانب سے جناب مفتی ضیاء الحق صاحب اور محترم وزیر موسیٰ صاحب نے شرکت کی اور مفتی صاحب نے ختم اور دعا کیا۔

درسِ قرآن:

- شامی روڈ پر واقع ڈاکٹر ممتاز صاحب کے گھر پر ماہانہ درسِ قرآن کے لیے رئیس جامعہ تشریف لے گئے جبکہ قاری محمد ایاز صافی اور سلمان صافی صاحب ہمراہ تھے۔

تعلیم القرآن راولپنڈی افتتاح:

- 29 ستمبر بروز جمعرات رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب اور نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے نئے تعمیر عمارت کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے گئے۔ اس موقع پر اُن کے ساتھ قاری احتشام الحق صاحب اور وزیر موسیٰ صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔
- 4 ستمبر بروز اتوار رئیسِ جامعہ حضرت مفتی صاحب، مولانا لقمان احمد اور سلمان صافی صاحب نے جامعہ فاروقیہ گھڑی بلوچ کا دورہ کیا۔ وہاں منتظمین علماء مولانا عبدالغنی اور مولانا داؤد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران مدرسہ اور دیگر امور کے بارے میں تبادلۂ خیال ہوا۔
- 21 اکتوبر بعد مغرب حضرت مفتی صاحب اور ڈاکٹر حشمت علی صاحب، مولانا مومن گل صاحب کی عیادت کے لیے اضاخیل بالا تشریف لے گئے، اُن کی رہائش پر اُن سے ملاقات ہوئی۔

جنازہ میں شرکت و تعزیت:

- 13 اکتوبر بروز جمعرات مدرسہ تعلیم القرآن افغان کالونی کے رکن حاجی امان اللہ مرحوم کی نمازِ جنازہ اور تعزیت کے لیے حضرت مفتی صاحب، مولانا حشمت علی صاحب اور حاجی پرویز صاحب تشریف لے گئے اور جنازہ میں شرکت کی۔

مشاورتی کونسل اجلاس میں شرکت:

- 5 ستمبر بروز پیر بعد عصر رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب نے مرکزِ اسلامی میں مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔

اضاخیل اجتماع میں شرکت:

- 22 اکتوبر کو رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب اور نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی نے جماعت اسلامی کے اضاخیل اجتماع میں شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری کے ساتھ شرکت کی۔

پنج پیر میں حضرت شیخ ملاقات:

- 25 اکتوبر کو حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری صاحب سے ملاقات اور اجتماع کے انتظامات کے حوالے سے دارالقرآن پنج پیر تشریف لے گئے۔ وہاں پر حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی اور اجتماع کے بارے میں مختلف انتظامی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اس موقع پر مولانا شمس الہادی صاحب بھی موجود تھے۔

پنج پیر اجتماع میں شرکت:

- 28، 29، 30 اکتوبر کو دارالقرآن پنج پیر میں سالانہ اجتماع میں جامعہ کی طرف سے طلبہ اور تنظیمی ارکان نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب نے بھی ساتھ تھے۔

تنظیمی سرگرمیاں

شبِ مذاکرہ:

- 10 اکتوبر بروز پیر، جامعہ میں مقنّنہ و منتظمہ اراکین کی فکری، تنظیمی اور روحانی تربیت کے لئے شبِ مذاکرہ کا انعقاد ہوا جس میں تمام اراکین نے حصہ لیا۔ جبکہ تمام یونٹس کے ناظمین و منتظمینِ مالیات کو رکن کی حیثیت سے اراکین شبِ مذاکرہ میں شامل کیا گیا۔

بنات تنظیمی سرگرمیاں:

- 14 اکتوبر بروز جمعہ جامعہ بنات عاملہ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں تعلیمی اور تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ سال کے لائحہ عمل طے ہوا جبکہ آنے والے پروگرامات اور خصوصاً بنات سالانہ اجتماع پر گفتگو ہوئی۔

- 21 اکتوبر بروز جمعہ جامعہ کی تمام بنات مدارس اور شاخوں کی ذمہ دار خواتین کا مرکز میں شوریٰ ہوا جس میں تمام شاخوں کی خواتین ذمہ داروں نے شرکت کی۔ شوریٰ کے دوران مدارس اور شاخوں سے رپورٹ لی گئی اور انہیں ہدایات دیں گئیں۔

خواتین اجتماع:

- 30 اکتوبر کو صبح 8 تا 1 بجے جامعہ تبلیغ القرآن بنات میں خواتین کا سالانہ تربیتی اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں جامعہ کے تمام بنات شاخوں اور خواتین تنظیم کے ذمہ داران اور ارکان خواتین نے بھرپور شرکت کی۔ اجتماع میں اصلاحی، تربیتی، تنظیمی حوالے سے مختلف بیانات اور سرگرمیاں ہوئیں۔

درسِ نظامی

دوسرا جائزہ:

- 27 اکتوبر بروز جمعرات، درسِ نظامی کے تمام طلباء وطالبات سے تعلیمی سال کا دوسرا ماہانہ جائزہ ہوا اور کامیاب طلباء وطالبات میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

میٹنگز:

- 9 اکتوبر بروز اتوار، جامعہ کے نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب کی درسِ نظامی کے عہدیداروں ناظم تعلیمات، ناظم عمومی اور ناظم دفتر کے ساتھ تفصیلی میٹنگ ہوئی۔ جس میں درسِ نظامی کے ریکارڈ کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کمپیوٹر سافٹ ویئر کے مطابق چلانے کے حوالے سے منتظمین کو بریفنگ دی گئی۔
- 2 اکتوبر بروز اتوار، انجمن طلباء کی رئیس جامعہ سے ان کے دفتر میں میٹنگ ہوئی جس میں انجمن طلبہ کے حوالے سے مختلف انتظامی امور کے حوالے سے مشاورت کی گئی اور خاص کر پنج پیر اجتماع میں شرکت کے حوالے سے ترتیب وضع کی گئی۔
- 23 اکتوبر سے جامعہ کے طلبہ کے لیے حسب سابق بعد مغرب دو کورس، ٹیلرنگ اور کمپیوٹر کورسز کا اجراء ہوا۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

نصاب سازی:

- 25 ستمبر بروز اتوار، تعلیمی سوسائٹی کے لئے نصاب پر نظر ثانی اور ترامیم کرنے کے حوالے سے سات رکنی نصاب ساز کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں موجودہ نصاب پر نظر ثانی کی گئی۔ جبکہ میٹنگ دوران نئے نصاب کے حوالے سے ارکانِ کمیٹی کو اپنا اپنا کام سپرد کیا گیا۔

دورہ جات:

- ماہ اکتوبر میں سوسائٹی انتظامیہ کی جانب سے بنین و بنات کے تمام مکاتیب کے دورے کیے گئے۔ جس میں ہر مکتب کی انتظامی، تعلیمی اور تربیتی معمولات و مجموعی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ مکاتیب کے ذمہ داران سے مختلف انتظامی امور پر بات چیت ہوئی نیز بنین مکاتیب کے دوروں کے فرائض سوسائٹی نگران اعلیٰ جناب مولانا لقمان احمد صاحب نے جبکہ بنات مکاتیب کے دوروں کی ذمہ داری تعلیمی سوسائٹی کی ناظمہ صاحبہ نے ادا کی۔

میٹنگز:

7 اکتوبر بروز جمعہ درسِ نظامی منتظمین کی جناب امیر اعلیٰ سے میٹنگ ہوئی جس میں تعلیمی سوسائٹی کے نئے نصاب کے لئے بنیادی خاکہ وضع کیا گیا جبکہ اس سلسلے میں جامعہ تبلیغ القرآن للبنات کی معلمات سے مشاورت بھی کی گئی تاکہ نصاب کے خاکے کو عملی طور پر رائج کیا جاسکے۔

بزم ادب:

- 10 اکتوبر بروز پیر، تعلیمی سوسائٹی کے زیرِ انتظامی بنین و بنات کے تمام مکاتیب کے درمیان بزم ادب کا انعقاد ہوا جس میں مکاتیب کے ذمہ داران اور طلباء نے بھرپور شرکت کی جبکہ پوزیشن لینے والے طلباء کو بدستِ مہمان خصوصی جناب مفتی حسین صاحب انعامات دیے گئے۔

ندائے اطفال:

- ماہِ اکتوبر کے آخری ایام میں سوسائٹی کی جانب سے بچوں کی فکری، اخلاقی و تعلیمی تربیت پر مشتمل شش ماہی "ندائے اطفال" کے منتظم جناب عرفان اللہ صاحب نے تمام مکاتیب سے ندائے اطفال کے نئے شمارے کے لئے مضامین جمع کیے جبکہ جمع وترتیب کے بعد اس کا اجراء ہوا۔

شعبہ اطفال

- 3 ستمبر بروز ہفتہ، رئیس جامعہ کی زیرِ صدارت، مولانا لقمان احمد کے زیرِ نگرانی اور شعبہ اطفال کے زیرِ انتظام جامعہ میں سالانہ "یوم والدین اور ختم قرآن " کی پُر وقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ جس میں 60 طلباء نے ختم قرآن، 5 طلباء نے حفظ اور 7 طلباء نے ترجمہ و تفسیر قرآن مکمل کیا۔ اس موقع پر کامیاب اور فارغ طلباء کی دستار بندی ہوئی، ان میں اسناد اور انعامات تقسیم کیے گئے۔ پروگرام میں سٹیج نظامت کے فرائض شعبہ اطفال کے منتظم جناب ارشد جمال نے ادا کیے۔
- 24 ستمبر بروز ہفتہ، شعبہ اطفال کے زیرِ انتظام لائبریری کلاس منعقد ہوئی جس میں اسلامک ریسرچ لائبریری کے انچارج مفتی حسین صاحب نے طلباء کو "معاشرے میں زندگی گزارنے کے آداب" کے موضوع پر بیان کیا۔ جبکہ کلاس میں شامل شعبہ اطفال کے طلباء نے اسی موضوع کی پر مطالعہ بھی کیا۔

خادم ویلفئیر سوسائٹی (KWS)

میٹنگز:

- ماہِ ستمبر میں خادم چیئرمین اور ایڈمن ٹیم کی خادم کے دیگر ٹیموں کے ساتھ میٹنگز ہوئیں جن میں ایجوکیشن ٹیم، میڈیکل ٹیم، آئی۔ٹی ٹیم، فنڈ ریزنگ ٹیم اور میڈیا ٹیم نمایاں ہیں۔ میٹنگز کے دوران خادم فری میڈیکل کیمپ اور دیگر اہم پروگرامات کے حوالے سے لائحہ عمل ترتیب دیا گیا جبکہ مختلف امور ٹیموں کے سپرد کیے گئے۔
- ماہِ اکتوبر میں خادم انتظامیہ نے خادم خواتین ونگ کے ساتھ میٹنگ کی جس میں "سالانہ خادم دستکاری نمائش" کے حوالے سے حکمت عملی تیار ہوئی اور منتظمین کو نمائش سے متعلق مواد کی تیاری اور انتظامی امور سے متعلق ٹاسک دیے گئے۔

پروگرامات:

- آئندہ مہینوں میں خادم کے زیرِ انتظام دو اہم پروگرامات میڈیکل کیمپ اور سالانہ دستکاری نمائش کا انعقاد ہوگا۔

العلم اکیڈیمیا جونیئر سکول

- ماہر تعلیم ڈاکٹر رحیم خان صاحب نے العلم سکول کا دورہ کیا۔ انتظامیہ کی جانب سے انہیں بریفنگ دی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے العلم کی کاوشوں کو سراہا اور اپنے قیمتی مشوروں سے انتظامیہ کو مستفید کیا۔
- ستمبر کے پہلے ہفتے میں پرنسپل جناب یوسف ظفر صاحب اور ڈائریکٹر العلم ایجوکیشن جناب شکیل احمد صاحب نے آفاق پشاور کیمپس کا دورہ کیا۔ جس میں انہوں نے تعلیمی آڈٹ کے حوالے سے مفید معلومات حاصل کیں اور آفاق کتب کا جائزہ لیا۔
- ماہ ستمبر میں اساتذہ تربیتی نصاب کے حوالے سے اساتذہ کے ساتھ خصوصی نشست منعقد ہوئی۔
- بچوں کی ذہنی بالیدگی کے لئے پہلے ششماہی تربیتی شمارے کا اجراء کیا گیا۔ شمارے میں اردو اور انگریزی زبان میں اخلاقی مضامین، اقوال زرین بچوں کے ذہنی کھیل اور لطائف شامل کیے گئے ہیں۔ پہلا شمارہ ماہ اکتوبر کے اواخر میں منظر عام پر لایا گیا۔
- ماہ ستمبر میں بچوں سے ماہانہ ٹسٹ لیے گئے اور بچوں کی کارکردگی کے حوالے سے والدین کو فیڈ بیک دیا گیا تاکہ ماہِ اکتوبر میں درمیانی مدت امتحانات میں بچوں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکتے۔
- عربی سیلبس پر خصوصی توجہ دینے کے لئے معلم درسِ نظامی مولانا وقار احمد صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر العلم کی ٹیم نے میٹنگ کی۔ میٹنگ کے دوران عربی سیلبس میں مزید بہتری کے لئے ان کی ماہرانہ رائے لی گئی۔